عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد نمبر ۱۹ | ۹ تا ۱۵ صفر ۱۴۲۲ھ بمطابق ۴ تا ۱۰ مئی ۲۰۰۱ء | شمارہ نمبر ۵۰

جھوٹا مدعی نبوت

طلیحہ اسدی

دعوائے نبوت سے انجام تک

وحدتِ ادیان کا زہرِ ہلاہل

سر بیچ کر متاعِ دل و جاں خریدنا

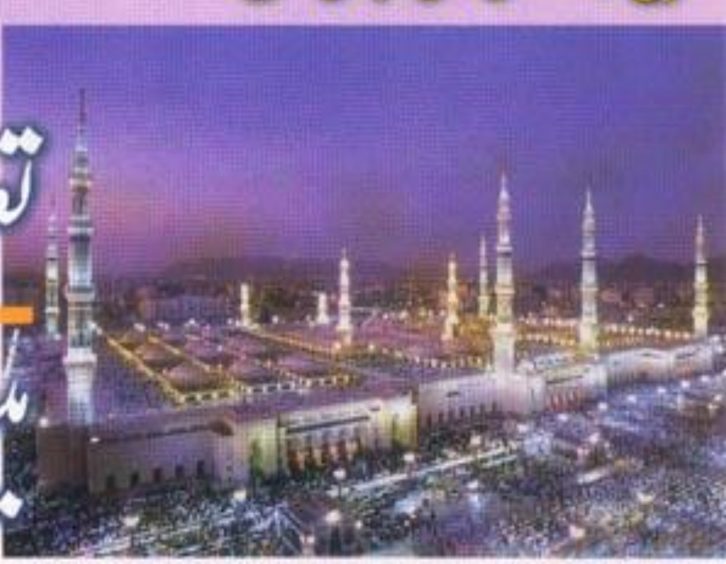

تعلیماتِ نبوی ﷺ کے فروغ میں خواتین کا کردار

Email:webmaster@khatme-nubuwwat.org

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

قبر کے حالات برحق ہیں:

س: شریعت میں قبر سے کیا مراد ہے؟ سنا ہے کہ قبر جنت کے باغوں میں ایک باغ ہوتی ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔ ایک ایک قبر میں کئی کئی مردے ہوتے ہیں اگر ایک کے لئے باغ ہے تو اس میں دوسرے کے لئے گڑھا کس طرح ہوگی؟

۱:...... سنتے ہیں کہ فرشتے مردے کو اٹھا کر قبر میں بٹھا دیتے ہیں تو کیا قبر اتنی کشادہ اور اونچی ہو جاتی ہیں؟

۲:...... سنا ہے سانس نکلتے ہی فرشتے روح آسمان پر لے جاتے ہیں پھر وہ واپس کس طرح اور کیوں آتی ہے؟ قبر کے سوال و جواب کے بعد کہاں ہوتی ہے؟

ج: قبر سے مراد وہ گڑھا ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے اور "قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔" یہ حدیث کے الفاظ ہیں، ایک ایک قبر میں اگر کئی کئی مردے ہوں تو ہر ایک کے ساتھ معاملہ ان کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ اس کی حسی مثال خواب ہے ایک ہی بستر پر دو آدمی سو رہے ہیں ایک تو خواب میں باغات کی سیر کرتا ہے اور دوسرا سخت گرمی میں جلتا ہے جب خواب میں یہ مشاہدے روزمرہ ہیں تو قبر کا عذاب و ثواب تو عالم غیب کی چیز ہے اس میں کیوں اشکال کیا جائے؟

۲:...... جی ہاں! مردے کے حق میں اتنی کشادہ ہو جاتی ہے۔ ویسے آپ نے کبھی قبر دیکھی ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ قبر اتنی بنائی جاتی ہے جس میں آدمی بیٹھ سکے۔

۳:...... حدیث میں فرمایا ہے کہ روح میت میں لوٹائی جاتی ہے، اب روح خواہ علیین یا سجین میں ہو اس کا ایک خاص تعلق بدن سے قائم کر دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بدن کو بھی ثواب یا عذاب کا احساس ہوتا ہے، مگر یہ معاملہ عالم غیب کا ہے اس لئے ہمیں میت کے احساس کا عام طور سے شعور نہیں ہوتا۔ عالم غیب کی جو باتیں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں ہمیں ان پر ایمان لانا چاہئے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تم کو بھی عذاب قبر سنا دے جو میں سنتا ہوں۔" (صحیح مسلم ص۳۸۶، ج۲)

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

الف:...... قبر کا عذاب برحق ہے۔

ب:...... یہ عذاب سنا جاسکتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے تھے، یہ حق تعالیٰ شانہ کی حکمت اور غایت رحمت ہے کہ ہم لوگوں کو عام طور سے اس عذاب کا مشاہدہ نہیں ہوتا، ورنہ ہماری زندگی اجیرن ہو جاتی اور غیب، غیب نہ رہتا مشاہدہ میں تبدیل ہو جاتا۔

ج:...... یہ عذاب اسی گڑھے میں ہوتا ہے جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے اور جس کو عرف عام میں قبر کہتے ہیں، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ: "اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو......" ظاہر ہے کہ اگر عذاب اس گڑھے کے علاوہ کسی اور "برزخی قبر" میں ہوا کرتا تو تدفین کو ترک کرنے کے کوئی معنی نہیں۔

قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے:

س: جنگ اخبار میں آپ نے ایک سوال کے جواب میں قبر کے عذاب و ثواب کو قرآن و احادیث سے قطعی ثابت ہونے کو فرمایا ہے اور یہ کہ اس پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ میں اس گتھی کو سمجھنے کے لئے برس ہا برس سے کوشش کر رہا ہوں اور کئی علماء کو خط لکھے مگر تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔ قرآن حکیم میں کئی جگہ یہ اس طرح آیا ہے کہ ہم نے زندگی دی ہے، پھر تمہیں موت دیں گے اور پھر قیامت کے روز اٹھائیں گے یا سورۂ بقرہ میں دو موت اور دو زندگی کا ذکر ہے یعنی تم مردہ تھے ہم نے زندگی عطا کی پھر تمہیں موت دیں گے اور قیامت کے دن پھر اٹھائیں گے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ایک تو دنیا کی زندگی ہے دوسری آخرت کی۔ جب یہ صرف دو زندگیاں ہیں تو قبر کی زندگی کون سی ہے؟ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ حساب کے دن ہی فیصلہ ہوگا اس سے پیشتر کیا فیصلہ؟

ج: اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر کا عذاب و ثواب برحق ہے اور یہ مضمون متواتر احادیث طیبہ میں وارد ہے ظاہر ہے کہ برزخ کے حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے بہتر جانتے تھے۔ اس لئے اس عقیدہ پر ایمان لانا ضروری ہے اور محض شبہات کی بنا پر اس کا انکار صحیح نہیں۔ رہا آپ کا یہ شبہ کہ قرآن کریم میں دو موتوں اور دو زندگیوں کا ذکر ہے اس سے محسوس و مشاہد زندگیاں مراد ہیں۔

اور آپ کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ: "حساب کے دن ہی فیصلہ ہوگا۔" مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دنیا میں یا برزخ میں نیک و بد اعمال کا کوئی ثمرہ ہی مرتب نہ ہو، قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص شاہد ہیں کہ برزخ تو برزخ۔ دنیا میں بھی نیک و بد اعمال پر جزا و سزا مرتب ہوتی ہے اور برزخی زندگی کا تعلق دنیا سے زیادہ آخرت سے ہے۔ اس لئے اس میں جزا سزا کے ثمرات کا مرتب ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔

دفنانے کے بعد روح اپنا وقت کہاں گزارتی ہے؟

س: دفنانے کے بعد روح اپنا وقت آسمان پر گزارتی ہے، یا قبر میں یا دونوں جگہ؟

ج: اس بارے میں روایات بھی مختلف ہیں اور علماً کے اقوال بھی مختلف ہیں، مگر تمام نصوص کو جمع کرنے سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ نیک ارواح کا اصل مستقر علیین ہے (مگر اس کے درجات بھی مختلف ہیں) بد ارواح کا اصل ٹھکانہ سجین ہے اور ہر روح کا ایک خاص تعلق اس کے جسم کے ساتھ کر دیا جاتا ہے، خواہ جسم قبر میں مدفون ہو یا دریا میں غرق ہو، یا کسی درندے کے پیٹ میں۔ الغرض جسم کے اجزا جہاں جہاں ہوں گے روح کا ایک خاص تعلق ان کے ساتھ قائم رہے گا۔ اور اسی خاص تعلق کا نام برزخی زندگی ہے۔ جس طرح نور آفتاب سے زمین کا ذرہ ذرہ چمکتا ہے۔ اسی طرح روح کے تعلق سے جسم کا ہر ذرہ "زندگی" سے منور ہو جاتا ہے، اگرچہ برزخی زندگی کی حقیقت کا اس دنیا میں معلوم کرنا ممکن نہیں۔

☆☆......................☆☆

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

ہفت روزہ ختم نبوۃ

۹ تا ۱۵ صفر ۱۴۲۲ھ بمطابق ۴ تا ۱۰ مئی ۲۰۰۱ء

جلد: ۱۹ شمارہ: ۵۰

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مولانا مفتی محمد جمیل خان

مدیر: مولانا اللہ وسایا

☆ بیادگار ☆

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت:

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر
مفتی نظام الدین شامزی، مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا سعید احمد جلالپوری، علامہ احمد میاں حمادی
مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

☆..........☆..........☆

سرکولیشن منیجر: محمد انور، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، کمپیوزنگ: محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ ... 4
وحدت ادیان کا نظریہ باطل ... (مولانا راحت گل) 6
تعلیمات نبوی کے فروغ میں مسلم خواتین کا کردار ... (بیگم عجائب سلطانہ) 8
حضرت امام ... (حافظ عبدالحکیم) 9
توضیح و تشریح اسماء الحسنیٰ ... (مولانا محمد اشرف کھوکھر) 10
سر بیچ کر متاع دل و جان خریدیئے ... (پروفیسر محمد اقبال جاوید) 12
کذاب یمامہ سے کذاب قادیان تک۔ طلیحہ اسدی ... (قاری محمد خان ...) 14
احترام انسانیت ... (ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر) 16
دین اور حریت ... (محمد حسین) 17
سیدنا ابوبکر صدیقؓ ... (محمد ارشد اعوان) 19
اشک ندامت! ... (ذیشان حیدر) 21
بدنظری ایک خطرناک بیماری ... (حافظ منور احمد) 22
ایثار و یکجہتی ... (قاضی محمد اسرائیل گڑنگی) 23
جہاد ایک مقدس فریضہ ... (حافظ شفیع اللہ) 24

زر تعاون بیرون ملک
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات
بحرین، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۶۰ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک
فی شمارہ ۵ روپے، سالانہ: ۲۵۰ روپے
ششماہی: ۱۳۵ روپے

چیک ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت نیشنل بینک بابر الاسلام اکاؤنٹ ۲۹۸۹ کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس
35 Stockwell Green,
London. SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان
فون ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M. A. Jinnah Road, Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — طابع: سید شاہد حسن — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس حضرت امیر مرکزیہ کی صدارت میں یکم صفر کو منعقد ہوا۔ حضرت سید نفیس شاہ الحسینی صاحب، حضرت مولانا فیض احمد، مولانا عبدالمجید ندیم، مفتی نظام الدین شامزئی، حاجی عبدالحمید بلجیئم، مولانا عبدالواحد، مولانا احمد میاں حمادی، مولانا تنویر الحق نور، مولانا قاری خلیل احمد بندھانی، مولانا محمد اکرم طوفانی، صاحبزادہ طارق محمود، مولانا محمد شریف، مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، صاحبزادہ عزیز احمد، ریاض الحسن گنگوہی، حاجی بلند اختر، حاجی سیف الرحمن، حکیم محمد یونس، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، حاجی فیض احمد، محمد یوسف عثمانی اور حاجی اشتیاق احمد وغیرہ نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ قاری خلیل احمد بندھانی کی تلاوت کے بعد، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا محمد لقمان علی پوری، حضرت مولانا امین صفدر اکاڑوی، مولانا عبدالشکور ترمذی، مولانا ضیاء القاسمی، صوفی محمد اقبال صاحب، مولانا رشید الحسن ندوی، صوفی عنایت علی، مولانا منیر الدین، ملک محمد افضل، والدہ محترمہ صاحبزادہ عزیز احمد، صاحبزادہ حکیم عاشق، مولانا عبدالمجید ندیم کے صاحبزادہ مولانا محمد الیاس، حاجی خلیل احمد، حافظ اشرف، مولانا عبداللہ صاحب وغیرہ کے ایصال ثواب کے لئے حضرت امیر مرکزیہ نے دعا فرمائی اور مرحومین کی خدمات دینیہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ بعدازاں حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے گزشتہ اجلاسوں کی کارروائیاں سنائیں جس کے مطابق تبلیغی کام اور تعمیری کام کی تفصیل ذکر کرنے کے ساتھ سرگودھا، تخت ہزارہ، سیالکوٹ اور دیگر مقامات پر قادیانیوں کی جانب سے زیادتیوں والے مقدمات میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی پیروی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتایا گیا کہ مولانا اکرم طوفانی، حافظ ثاقب، مولانا عزیز الرحمن جالندھری کو ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ ان مقدمات کے سلسلے میں مکمل تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔ اسی طرح لٹریچر اور کتب کی اشاعت و طباعت کی تفصیل بیان کی گئی۔ اسی طرح تفصیل کے ساتھ تبلیغی پروگراموں سے مطلع کیا گیا۔ پاکستان میں سینکڑوں کانفرنسوں کے علاوہ لندن، بلجیئم، ڈنمارک، ناروے، اوسلو، جرمنی، پیرس، فرانس وغیرہ میں کانفرنسوں سے مولانا سید عبدالمجید ندیم، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا منظور احمد الحسینی، طہٰ قریشی، مفتی نظام الدین شامزئی، مفتی خالد محمود اور دیگر رفقاء کرام نے خطاب کیا۔ بعدازاں بتایا گیا کہ حافظ آباد، جھنڈ وسندھ، مردان، گولارچی اور ہندوستان میں محمد علی کا نواسہ، جرمنی میں تین خاندان کے علاوہ کافی قادیانیوں نے دعوت اسلام قبول کی۔ خاص کر جرمنی میں مسلمان ہونے والے بہت اہم افراد اور قادیانیت کی سرپرستی اور اشاعت و تبلیغ کرنے والے افراد نے دعوت اسلام قبول کر کے ختم نبوت کا مبلغ بننے کی سعادت حاصل کی، اور یہی افراد اب انشاء اللہ اپنے علاقوں میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کریں گے۔ ڈھائی سو سے زائد قادیانی مسلمان ہوئے، محمد علی کے نواسہ کے اسلام لانے سے قادیانیوں کے شاہی خاندان میں کھلبلی مچ گئی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی کوششوں سے اس سال عدالت کے ذریعہ مختلف فتنوں کے خلاف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے فیصلے کرا کر ان فتنوں کے پھیلنے سے روکا، گوہر شاہی نہ صرف عدالت سے سزا کا مستحق ٹھہرا بلکہ پاکستان سے فرار ہو کر دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے جو مولانا احمد میاں حمادی اور مجلس کی بڑی کامیابی ہے۔ مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی کی کوششوں سے یوسف کذاب کو پینتیس سال کی سزا اور لاکھوں روپے جرمانہ کا فیصلہ عدالت کے ذریعہ ہوا۔ آئین کی معطلی کی وجہ سے قادیانیت سے متعلق ترامیم اور اسلامی دفعات کے ختم ہونے کا اندیشہ تھا لیکن جماعت نے حکومت سے مطالبہ کر کے عبوری آئین میں ان کو شامل کرا کر اس اندیشہ کو ختم کیا۔ لاہور ہائی کورٹ کی بہاولپور بینچ نے قادیانیوں کے خلاف فیصلہ دیا، اسی طرح یوسف کذاب کی جانب سے حد قذف کا مقدمہ مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی نے جیتا۔ ملتان دفتر میں سہ ماہی رد قادیانیت کورس، شجاع آباد، چناب نگر اور مختلف شہروں میں چند روزہ کورسوں کا اہتمام کیا گیا۔ سرگودھا میں مولانا محمد اکرم طوفانی نے کمپیوٹر کالج قائم کر کے جدید طریقہ پر قادیانیت کی سرکوبی کا کام شروع کیا ہے اور نوجوانوں کو کمپیوٹر کے ذریعہ ختم نبوت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

بہرحال ان تمام شعبوں میں بہت تیزی کے ساتھ کام میں اضافہ کیا جا رہا ہے اور نئے نئے دفاتر اور جدید ذرائع ابلاغ کے طریقے شروع کئے جا رہے ہیں۔ (جاری ہے)

اسماعیل خان میں مسلمانوں کی جائیداد پر قادیانیوں نے قبضہ کرلیا تھا اب الحمدللہ ۲۲ سال کی کوششوں سے وہ مسلمانوں کو واپس مل گئی ہے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام کام شروع کردیا گیا، اس مسجد کا نام مسجد ختم نبوت رکھا گیا ہے۔ بعدازاں اجلاس سے درخواست کی گئی کہ قادیانی مختلف انداز میں کوئی نہ کوئی فتنہ اٹھادیتے ہیں۔ توہین رسالت کا ارتکاب کردیا جاتا ہے، سیاسی اور مذہبی جماعتیں اور دینی مدارس اور مساجد وغیرہ یہ سمجھتے ہیں کہ ۱۹۷۴ء میں مسئلہ حل ہوگیا، اب اس کی کیا ضرورت ہے، اس لئے نئی نسل کو قادیانیت سے متعلق کچھ معلومات نہیں، اس لئے اس طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام ذرائع ابلاغ خصوصاً انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے ذریعہ نوجوان نسل کو قادیانیت کے فتنہ سے آگاہ کیا جائے اور ان کی ذہنی تربیت کی جائے۔ اس سلسلہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے بھی درخواست کی جائے گی کہ درس نظامی میں ردقادیانیت کا کورس رکھا جائے تاکہ علماً کرام مدارس میں ہی اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوجائیں۔ اس کے لئے ایک مختصر نصاب بناکر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے حوالہ کیا جائے، بیرونی ممالک میں قادیانی بن کر جانے والے افراد کے بارے میں سوچا جائے۔ اسی طرح اجلاس کو بتایا گیا کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے اصولی طور پر یہ تجویز تسلیم کرلی ہے، ان کو ایک کتاب بناکر مسودہ دے دیا جائے تاکہ اس کو نصاب میں مکمل طور پر شامل کردیا جائے۔ طے کیا گیا کہ چاروں صوبوں میں ختم نبوت سیمیناروں کا اہتمام کیا جائے۔ مسئلہ ختم نبوت، ردقادیانیت کے موضوع پر مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب کی آواز میں ایک مدلل کیسٹ تیار کی جائے اور یہ کیسٹ فوری طور پر تیار کی جائے۔ اجلاس کو بتایا گیا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت ملک کے مختلف شہروں میں ۱۴ مدارس کام کررہے ہیں، جس میں ہزاروں بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ان کے تمام تر اخراجات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت برداشت کرتی ہے اور یہ اخراجات تمام تر زکوٰۃ کی مد سے ادا کئے جاتے ہیں۔ مزید اساتذہ کے تقرر کی منظوری دی گئی۔ مولانا حمادی صاحب کی تجویز کے مطابق نوکوٹ میں مسجد حاصل کرکے امام اور مبلغ کے تقرر کی مشروط طور پر منظوری دی گئی۔ اجلاس میں آڈٹ شدہ حسابات کی منظوری دی گئی، حسابات کی تفصیلی رپورٹ روئیداد میں ایک ایک پیسہ کے حساب سے شائع کردی جاتی ہے جسے اس میں ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے۔ چناب نگر میں مسجد کے اطراف کے ۱۶ پلاٹوں کی خریداری کی منظوری دی گئی۔ ختم نبوت کانفرنس برمنگھم ۵/اگست ۲۰۰۱ء کی تجویز کی منظوری دی گئی جبکہ چناب نگر میں ۱۱،۱۲/اکتوبر ۲۰۰۱ء کو کانفرنس کی منظوری دی گئی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا یہ اجلاس جس میں پاکستان بھر کے اہم علماً کرام، مشائخ عظام اور اہل علم وتقویٰ شریک ہوئے بذات خود باعث برکت ہے اور اس سے امید ہے کہ انشاءاللہ ردقادیانیت کے لئے بہت زیادہ کام ہوگا، اس کے ساتھ ان علماً کرام کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستگی، اکابر علماً کرام کے مشن اور کاز پر اعتماد کے اظہار کے ساتھ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدیداروں اور مبلغین اور کارکنان پر بھی اعتماد کا اظہار ہے۔ اس سے توقع ہے کہ ان حضرات کی برکات سے دنیا بھر میں قادیانیت کے سدباب کے لئے بھرپور کام ہوگا۔ ان اکابر علماً کرام کا دور دراز سے سفر کرکے اس کام کے لئے جمع ہونا مسلمانوں کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حصول کے لئے ختم نبوت کے جاں نثار سپاہی بن جائیں تاکہ دنیا میں ان بزرگوں کی شفقت اور دعائیں حاصل ہوں اور آخرت میں ان کی معیت میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اور ان اکابر علماً کرام کے مشن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا منیرالدین صاحب کی رحلت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے امیر اور بلوچستان کے بزرگ رہنما حضرت مولانا منیرالدین صاحب ۱۸/اپریل ۲۰۰۱ء کو رحلت فرماگئے۔ مرحوم گزشتہ کچھ عرصہ سے صاحب فراش تھے مگر اس کے باوجود ختم نبوت کا کام بہت تن دہی سے فرماتے تھے۔ اپنی زندگی بھی زیادہ عرصہ ختم نبوت کے امیر اور مبلغ کی حیثیت سے گزاری۔ آپ کی مسجد ختم نبوت کا مرکز تھی، تمام اکابر سے خصوصی تعلقات تھے۔ غرض وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرتاپا مخلص تھے اور بلوچستان میں قادیانیت کے سدباب کے لئے ان کی حیثیت صف اول کے سپاہی کی تھی۔ حضرت کی رحلت سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا جو نقصان ہوا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا منیرالدین صاحب کے درجات عالیہ بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ امیر مرکزیہ سے لے کر تمام کارکن تک حضرت کے درجات عالیہ کے لئے دعاگو ہیں۔

تحریر: مولانا راحت گل

وحدت ادیان کا زہر ہلاہل

جاپان میں انٹرنیٹ پر یہ خطرناک خبر پڑھی وحدت ادیان کی آئندہ کانفرنس ۲۰۰۲ء ماہ فروری میں پاکستان میں ہوگی، جس کا افتتاح پرویز مشرف صاحب فرمادیں گے، بظاہر یہ چھوٹی سی خبر ہے مگر دراصل یہ دین اسلام کے خلاف بہت بڑی اور گہری سازش ہے۔ ہمارے خیال میں بہت سے مسلمان اس کی سنگینی سے ناآشنا ہوں گے، اس لئے ذیل کی سطور میں اس سلسلہ کی چند معروضات پیش کی جاتی ہیں۔

وحدت ادیان کیا ہے؟

اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی ایک اور تحریک، جس کے متعدد اجلاس امریکہ وغیرہ میں ہو چکے ہیں، اب اس تحریک کو عالم اسلام میں متعارف کرانے کے لئے، جس ملک کو چنا گیا وہ ہے پاکستان۔ کیونکہ اگر پاکستان سے اس تحریک کو حمایت ملی، تو پھر بڑی تیزی کے ساتھ دیگر مسلم ممالک میں پھیلائی جاسکے گی۔ چنانچہ غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کو چند مراحل پر تقسیم کرکے اس سے مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

پہلا مرحلہ: اس تحریک کا مقصد کیا ہے؟

اسلام کو بحیثیت ایک دین کامل نظام حیات۔ کے ختم کرکے دیگر مذاہب کی سطح پر لاکر برابر کردینا، اسلام یہودیت، نصرانیت، بدھ مت، جین مت وغیرہ تمام مذاہب برابر ہیں۔ سب کو صلح و آشتی کے ساتھ اپنے اپنے مذہبی رسومات ادا کرنے چاہئے، مسجد گرجا، صومعہ، مندر، شوالا اور ٹمپل میں کوئی امتیازی فرق نہیں کیونکہ سب کا مقصد ایک ہے یعنی اللہ تک رسائی، ہر مذہب والے اپنی اپنی عبادت گاہوں میں اپنے مذہبی رسومات ادا کرکے نکلیں تو ایک ہی نظام زندگی ایک ہی تہذیب اور ایک ہی قانون کی پابندی کریں۔ (جو نیو ورلڈ آرڈر کی صورت میں دنیا پر مسلط کیا جارہا ہے)۔

دراصل مقصد یہ ہے کہ اس عقیدہ کو ختم کردیا جائے کہ "ان الدین عند اللہ الاسلام" اور آیت ربانی کو بھی عملاً منسوخ کردیا جائے کہ: "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"

وحدت ادیان کے اس شیطانی منصوبے کے علاوہ اسلام کی امتیازی شان کو ختم کرنے کے لئے امریکہ میں تقریباً چار سو اسی صفحات پر مشتمل ایک مفصل کتاب (مین کائیڈ سرچ فار گاڈ) شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب میں تمام مذاہب کے مذہبی رسومات کی تصویریں بھی چھاپ دی گئیں ہیں اور تیس لاکھ سے زیادہ تعداد میں دنیا بھر میں مفت تقسیم کی گئی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں یہ خلاصہ دیا گیا ہے کہ: "اگر آپ حقیقی گاڈ تک رسائی چاہتے ہیں تو بائبل کا مطالعہ کیجئے آپ بائبل کے ذریعے گاڈ تک پہنچ سکتے ہیں، اس مقصد کے لئے ہم سے رابطہ کیجئے ہم بلامعاوضہ مفت آپ کی خدمت کے لئے تیار ہیں" مجھے یہ کتاب جاپان میں ملی، پھر امریکہ میں چار ماہ رہ کر اس نئی چال کے متعلق مزید معلومات سے آگاہی حاصل کی اس دعوت گناہ کا مقصد اسلام اور کفر کے مابین قائم امتیازی فرق کو مٹا کر اسلام کو دیگر باطل مذاہب کے برابر کردینا ہے تاکہ شراب نوش، خنزیر خور، زناکار اور جنس پرست قسم کے لوگوں کے ساتھ وحدت ادیان میں شریک ہوکر ہر اس کام کو جائز اور حلال قرار دیا جائے جسے عوام اور پارلیمنٹ جائز و حلال قرار دے حالانکہ اسلام میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے کسی انسان حتیٰ کہ کسی پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ حلال و حرام کا از خود تعین کرے۔

اس کتاب کے مؤلف نے غیر محسوس طریقہ اپناتے ہوئے اور انسانی نفسیات کو پرکھ کر یہ بات ذہن نشین کرانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ مذاہب عالم کے پیروکاروں نے اللہ تعالیٰ تک رسائی کے مختلف طریقے اپنالئے ہیں، ہر فرد نے اپنے معاشرے، ملک یا پیدائشی ماحول یا اپنے اپنے مذہبی رہنماؤں کے زیر اثر ہوکر خدا تک رسائی کے مختلف راستے اختیار کئے ہیں، جبکہ مسلمان کے متعلق یہ اعتقاد یا خیال قائم کرنا غلط بلکہ بدیانتی پر مبنی ہے کیونکہ مسلمان بذات خود مذکورہ بات کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ (Good) نے اپنی ذات اقدس تک رسائی کی راہ کی واضح نشان دہی کردی ہے مسلمانوں کی امتیازی حیثیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی روشنی میں اس کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ تک رسائی کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اسلام پوری دنیا کو چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمہیں ہمارے راستے کی صداقت میں شک و شبہ ہو تو تم سب کے سب علماً، فضلاً، دانشمند، تمہارے مذہبی پنڈت، سیاستدان اور سائنسدان مل کر اس جیسی ایک مثال پیش کرو، تم ہرگز ہرگز پیش نہیں کرسکو گے تو اپنے انجام بد سے ڈرو جو ہماری بتائی ہوئی راہ سے ہٹ کر خود ساختہ شیطانی راستوں پر چلتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ مثلہ وادعو شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین"

وحدت ادیان ایسا پرفریب جاذب نظر نعرہ ہے جس سے وہ لوگ بہت تیزی سے متاثر ہو رہے

ہیں، جنہیں ہمارے ہاں اونچی سوسائٹی کے لوگ یا مراعات یافتہ مغربی طبقہ کہا جاتا ہے تمام دنیا کے ترقی پذیر خاص کر اسلامی ممالک میں یہ اصطلاح بڑی تیزی سے پھیلائی جارہی ہے اس وقت ۲۵ ممالک میں وحدت ادیان کے دفاتر قائم کئے جاچکے ہیں، پاکستان میں اس کا دفتر ۱۹۷/۱ے احمد بلاک نیوگارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶ میں واقع ہے۔

حال ہی میں مسلمانوں اور عیسائیوں کا ایک مشترکہ اجلاس ۱۱/ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو پشاور میں ہوا، مجھے بھی دعوت دی گئی لیکن میں اس لئے شریک نہیں ہوا کہ پوری دنیا میں یہ بات پھیلائی جائے گی کہ پاکستان کا فلاں فلاں مولوی اور فلاں دینی مدرسے کا مہتمم بھی اس تحریک کی تائید کررہا ہے، اس اجلاس کی صدارت پاکستان کی عالمی شہرت یافتہ ایک معروف عالم دین نے کی جبکہ جنرل سیکریٹری ایک عیسائی ہے اس تنظیم کا دفتر بھی لاہور میں ہے۔

وحدت ادیان کا ایک مقصد یہ ہے کہ حق و باطل کو خلط ملط کیا جائے دوسرا یہ کہ اسلام جن ستونوں پر قائم ہے انہیں منہدم کیا جائے تیسرا یہ کہ مسلمان غیر شعوری طور پر ارتداد کی راہ اختیار کرجائیں جب کہ قرآن مقدس نے ہمیں پہلے سے ہی اس سازش سے خبردار کردیا ہے سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ودوا لو تكفرون كما كفروا فتكونون سواء فلا تتخذوا منهم اولیا" نیز ارشاد ربانی ہے کہ: "ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ومن یرتدد منکم عن دینه فیمت وهو کافر......"

دوسرا مرحلہ: اس کے بعد خود بخود یہ راستہ کھل جائے گا کہ خانہ کعبہ میں تمام مذاہب کے پیروکار اپنے اپنے مذہبی رسومات کے مطابق حج اور عمرہ ادا کریں، کیونکہ ان سب (خود ساختہ اور تحریف شدہ) مذاہب کا رشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جڑا ہوا ہے یہاں تک کہ مشرک ہندو بھی یہ دعویٰ کررہے ہیں کہ برہمن دراصل

پاکستان میں قادیانی ریاست بنانے کی سازش

قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ برابر جاری ہے وہ پاکستان میں "الجنۃ" نام کی ایک آزاد ریاست بنانا چاہتے ہیں۔ اس مجوزہ ریاست میں پاکستان، کشمیر اور ہندوستانی صوبہ پنجاب کے علاقے شامل ہیں۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد قادیانی نے اپنی قیادت میں ایک ۹/ رکنی کمیٹی تشکیل دی ہے جس کا ہیڈکوارٹر لندن ہوگا۔ یہ کمیٹی قیام ریاست کے منصوبہ کو تین سال میں پایہ تکمیل تک پہنچائے گی۔ اس منصوبہ پر عمل درآمد کرنے کے لئے ایک خصوصی ٹیم پاکستان آئے گی۔

اخباری اطلاعات کے مطابق قادیانی سندھ میں ایک بہت بڑی عبادت گاہ تعمیر کرنے کا منصوبہ رکھتے ہیں۔ نیز عیسائیوں کی طرز پر "الاحمدیہ ریڈیو اسٹیشن" کا قیام بھی ان کے منصوبے میں شامل ہیں۔ واضح رہے کہ قادیانی جدید مواصلاتی نظام اور ٹی وی چینل کے ذریعہ گمراہ کن نظریات و افکار مسلمانوں میں پھیلانے کی کوشش کررہے ہیں۔ نیز بڑے شہروں میں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے نوجوان لڑکیوں کو پھیلادیا گیا ہے، جو نوجوانوں کو اپنے جال میں پھنسا کر قادیانیت کی طرف مائل کرتی ہیں۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا ۱۰/فروری ۲۰۰۱ء، ہفت روزہ الجمعیۃ ۹ تا ۱۵ فروری ملخصا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نسبت کی بناء پر برہمن کہلاتے ہیں۔

مورخہ ۳۰/ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو عالمی ذرائع ابلاغ سے یہ خبر سنی گئی کہ بوسنیا کے ایک شہر میں وہ مساجد اور کلیسائیں اقوام متحدہ دوبارہ آباد کررہا ہے جو سربیا کی وحشی فوج نے جنگ کے دوران تباہ کئے تھے۔ آج اس شہر میں ایک مسجد کا افتتاح ہورہا ہے جس میں مسیحی اور یہودی، کروات اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد (سرب کے سوا) شرکت کررہے ہیں۔ یہ خبر بھی اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ عالمی سطح پہ یہ کوششیں کی جارہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح وحدت ادیان کے تحریک کو آگے بڑھایا جائے تاکہ اسلام کی امتیازی خصوصیت کو ختم کرکے دوسرے مذاہب کے صف میں برابر کردیا جائے۔

تیسرا مرحلہ: اب یہ شوشہ بھی چھوڑا گیا ہے کہ اب بڑی بڑی مساجد کے بجائے ایسے ہال تعمیر کئے جائیں جس کے ایک حصہ میں مسلمان، دوسرے میں یہودی اور تیسرے میں عیسائی اپنے اپنے مذہب کے مطابق عبادت کریں۔ اس کے بعد ایک مشترکہ "کتاب مقدس" مرتب کی جائے جو قرآن اور بائبل (تورات وانجیل) پر مشتمل ہو اسے مشترکہ عبادت گاہوں میں رکھا جائے:

الحرز از مکر شیطان الحرز

اس خطرناک سازش کی راہ میں اگر کوئی بند باندھ سکتا ہے تو وہ نہ صرف علماء و مشائخ پاکستان ہی ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو متحد ہوکر اس سیلاب کے سامنے بند باندھنے کے لئے فوری طور پر کمربستہ ہونا چاہئے۔ کسی کو اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ: "دلی ہنوز دور است" وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے۔ وہ وقت آچکا ہے کہ جنرل صاحب کو آمادہ کیا جائے کہ وہ اس اجلاس میں شرکت نہ کریں، ورنہ وہ اپنے ہاتھوں اسلام اور مسلمانوں کی قبر کھودیں گے۔

☆☆..................☆☆

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز

GOLD, SILVER, BUYERS, SELLERS & ORDER SUPPLIERS
SHOP NO. 85, KUNDAN STREET, SARAFA BAZAR,
MITHADER, KARACHI. PHONE : 745543

تحریر: بیگم عجائب سلطانہ قریشی سہام

تعلیمات نبوی ﷺ کے فروغ میں مسلم خواتین کا کردار

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم انسانیت کی فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کے لئے کتاب مبین عطا فرما کر مبعوث فرمایا۔ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی اس دین برحق سے سرفرازی حاصل ہوئی اور اس کی اشاعت کے لئے جہاں مردوں کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا، وہاں عورتوں کو بھی یکساں ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ مسلم خواتین کی بے لوث خدمات، ایثار و قربانی، جرأت وشجاعت، فہم وفراست اور قابلیت کے باعث اسلامی معاشرہ میں تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو فروغ حاصل ہوا۔

خواتین کی صلاحیتوں نے انسانی زندگی کو جلا بخشی۔ انہوں نے مسلمان مردوں کے شانہ بشانہ امت مسلمہ کی ہدایت کا فریضہ انجام دینے میں اہم کردار ادا کیا، جس میں قرون اولیٰ، قرون وسطیٰ اور قرون حاضر شامل ہیں۔ تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے جو فریضہ ادا کیا وہ دین اسلام کی اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔ دین حق کی بات جونہی ان کے کان میں پڑی انہوں نے پہلے خود تسلیم کیا اور پھر لوگوں کو بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی اور مقروضوں کا بوجھ ہلکا کرنے والے بے کسوں کے مددگار، مہمان نواز، اور مصیبت زدگان کے حمایتی اور مددگار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ نے جو تکلیفیں پہنچائیں، اس میں آپ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی وتشفی کرنے میں صحیح مشیر کار ثابت ہوئیں۔ مختصراً یہ کہ مکی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا جو مقام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا مدنی زندگی میں وہ مقام حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حاصل ہوا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے صلح حدیبیہ کے موقع پر بغیر عمرہ ادا کئے ہوئے احرام کھولنے کے معاملے کو فہم وفراست پر مبنی رائے دے کر تشویش کو دور کیا۔ بیعت رضوان جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے کی گئی تھی، اس میں مسلم خواتین کا جاں نثاری کا عہد کرنا تاریخ اسلام میں خواتین کے باب میں سنہری اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ غزوۂ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا کی خدمات کو بے حد سراہا، حضرت صفیہ، حضرت اسماء، حضرت ام سلیم، اور حضرت خنساء رضی اللہ عنہن کی شجاعت۔ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹوں معاذ اور معوذ کو جنگ بدر میں بھیج کر ابوجہل کا کام تمام کر دیا۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی میدان جنگ میں صلاحیتیں مسلم خواتین کو بام عروج تک پہنچاتی ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے قرآن پاک کا لاریب نسخہ محفوظ رکھا جو خواتین کی خدمات کے اعتراف اور ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت خولہؓ حضرت عمر فاروقؓ کو راستے میں روک کر نصیحت کے سخت الفاظ کہے: آپؓ نے فرمایا انہیں کہنے دو یہ خولہؓ ہیں ان کی بات اللہ نے ساتویں آسمان پر سنی تھی، مہر کے معاملے میں مدینہ منورہ کی ایک خاتون نے حضرت عمرؓ سے گفتگو کی تو انہوں نے اعتراف کیا کہ مدینہ کی خواتین عمرؓ سے زیادہ جانتی ہیں۔ تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق علم و حکمت کا حاصل کرنا مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر یکساں فرض کیا گیا ہے۔ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ خواتین نے دینی، علمی، فکری، تحقیقی اور تعلیمی میدان میں نمایاں خدمات انجام دیکر اس فریضہ کو بخوبی نبھایا ہے، بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو علمی میدان میں مردوں پر فوقیت حاصل تھی۔ امام زہری لکھتے ہیں کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم وسیع تر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا سے ۲۲۱۰ روایات مروی ہیں، کسی حدیث کے معاملے میں کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رائے لی جاتی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے کوفہ کی عورتیں دینی تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ ام الحسن رضی اللہ عنہا باقاعدہ وعظ وتبلیغ کیا کرتی تھیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی اشاعت دین اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ میں گزری۔ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت فاطمہؓ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی اشاعت دین اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ کے فروغ میں گزری۔ حضرت عمر فاروق حضرت فاطمہؓ بنت خطاب کی تلاوت سن کر مسلمان ہوئے۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی والدہ ماجدہ سے حق و صداقت سیکھی جس کی وجہ سے لٹیرے بھی راہ راست پر آ گئے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اپنی بیٹی کی ذہانت اور علمی قابلیت سے متاثر ہو کر ابوحنیفہ کنیت اختیار کی تھی۔ تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت میں مسلم خواتین کا عمل موجودہ دور میں بھی جاری و ساری ہے۔ آج ہمارا فرض ہے کہ اپنے ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی ملک بنانے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں اور نئی نسل کی صحیح سمت میں رہنمائی کریں۔

تحریر: حافظ عبدالفہیم

حضرت اُمِّ سلیم رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحابی رسول حضرت ابوطلحہؓ کی بیوی اور خادم رسول حضرت انسؓ کی ماں اور رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ بھی ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بے انتہا خاطر تواضع کیا کرتے تھے۔ آپ انتہا درجہ کی صابرہ اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دل ایسا سرسبز شاداب جہاں فکر کے مسموم جھونکے اثر انداز نہیں ہوسکتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ تعلیمات ان کے دل کو ایسا مجلیٰ کردیا تھا کہ صرف اللہ ہی کا خوف دل میں گھر کئے ہوئے تھا، ساری کائنات سے نڈر اور بے خوف تھیں۔ اسلام سے محبت کا یہ عالم کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اسلام کی دولت سے مالا مال نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انکار کردیا اور کہا:

''میں تو خدائے واحد اور سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی ہوں اور تم لکڑی اور پتھر کے بتوں کو پوجتے ہو، میرا تمہارا جوڑ کیسے ہوسکتا ہے؟''

یہ باتیں کچھ ایسے دلنشیں انداز میں کہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے دل کی کائنات ہی بدل گئی انہوں نے کہا کہ مجھ پر حق واضح ہوگیا اور اب میں تمہارا دین قبول کرتا ہوں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی مالی حالت اس وقت بہت معمولی تھی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو ان کے اسلام لانے کی اس قدر خوشی ہوئی کہ بے ساختہ کہا کہ: ''میں تم سے نکاح کرلیتی ہوں۔'' سوائے اسلام کے کوئی مہر نہیں لیتے، نکاح ہوگیا میاں بیوی تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا رہتے ہوئے زندگی بسر کرنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے گلشن حیات میں ایک پھول کھلا دیا، اس موہنی صورت بچے کا نام نامی والدین نے انس تجویز فرمایا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر تشریف لے جاتے ہیں، دن گزر گیا شام ہوئی جارہی ہے، سورج زور افق میں جا پہنچا اندھیرا آہستہ آہستہ اجالے پر غالب آرہا ہے، ایک چھوٹے سے گھر میں ایک باوقار خاتون جس کے چہرے پر پاکیزگی و وفا شعاری اور سکون کی روشنی ہے، اپنے شوہر کے انتظار میں ہے، شوہر اپنے ساتھ مجلس نبویؐ سے ایک مہمان لئے ہوئے اس سادگی سے گھر میں داخل ہوتے ہیں اور بیوی سے پوچھتے ہیں کہ:

کھانے کے لئے کچھ ہے؟

بیوی جواب دیتی ہے بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔

شوہر بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بچوں کو کسی طرح بہلا کر سلا دو وہ سو جائیں گے ہم ان کا کھانا مہمان کے آگے رکھ دیں گے، اس صالح خاتون نے سکون سے اثبات میں سر ہلا دیا، پھر ایسا ہی ہوا اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر بچوں اور میاں بیوی نے رات فاقہ میں گزار دی صبح ہوتے ہی موذن نے نوید سحر دی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ کا چہرہ نور خوشی سے دمک رہا ہے اور زبان مبارک سے یہ آیت جاری و ساری ہوئی:

ترجمہ: ''وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، اگر چہ ان پر تنگی ہی ہو۔''

کائنات ارض و سماوی کا ذرہ ذرہ ایثار و قربانی کے پیکر جلیل القدر صحابی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا کی قسمت پر رشک کرنے لگا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا شمار نہایت عظیم المرتب صحابیات میں یعنی ''السابقون الاولون'' انصار میں شمار ہوتا ہے۔ انہوں نے صبر و تحمل، ثابت قدمی، ایثار و قربانی کی ان مٹ درخشندہ مثالیں چھوڑی ہیں، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا دل محبت الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور تھا۔

ایک دن فرط محبت و عقیدت میں آپ رضی اللہ عنہا کمسن بچے کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور فرمایا:

اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ میرا بیٹا انس ہے، میری آرزو ہے کہ یہ آپ کی خدمت کیا کرے، اس کو اپنے خادموں میں شمار کرلیں اور اس کے لئے دعا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبولیت کا شرف بخشا اور اس جذبہ اخلاق کی تحسین فرمائی۔ پھر ایک اور منظر سامنے آتا ہے، گھمسان کی جنگ ہورہی ہے ہوازن کے ماہر تیر انداز مسلمانوں پر تیروں کی بارش کررہے ہیں، مگر دیکھنے والے گواہ ہیں ایسے سخت معرکہ میں یہ جانباز بہادر خاتون حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا ہاتھ میں تیز دھار دار خنجر لئے ہوئے اعلیٰ حوصلگی سے شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے کے لئے کھڑی ہے، حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ام سلیم! خنجر سے کیا کروگی؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مشرک آپ کے قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کردوں گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تبسم فرمایا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اپنی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو غزوۂ احد میں دیکھا کہ دونوں اپنے پائنچے اٹھائے ہوئے کہ اور دونوں اپنے پیٹھ پر پانی کی مشک لاد کر لارہی تھیں اور پیاسے مسلمانوں کو پانی پلانے میں مصروف تھیں اور پھر واپس جاتا اور پانی لاتا یہ ان کا معمول تھا۔ (حدیث شریف)

باقی صفحہ 11 پر

تحریر: مولانا محمد اشرف کھوکھر

توضیح و تشریح اسماء الحسنیٰ

المؤمن جل جلالہ:

اللہ رب العزت کے اسماء الحسنیٰ میں سے ایک ''مومن'' بھی ہے۔ مومن ایمان سے ہے۔

(الف) اللہ تعالیٰ مومن ہے کہ بندہ کو ایمان عطا کرتا ہے۔

(ب) مومن امن سے بنا ہے یعنی مومن وہ ہے جو امن بخشتا ہے۔

اللہ رب العزت کا نام مومن (ایمان سے) اس لئے بھی ہے کہ وہ خود بھی اپنی ذات پاک کی شہادت دیتا ہے فرمایا:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے شہادت دی کہ وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی بھی الہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔''

اسی طرح ہر ایمان والے کو بھی شہادت دینا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے اہل ایمان کے لئے ایمان کو محبوب بنادیا ہے، جیسا کہ سورۃ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"ولکن اللہ حبب الیکم الا ایمان"

ترجمہ: ''اللہ ہی ہے جس نے ایمان کو تمہارا محبوب بنادیا۔''

اور اسی طرح سورۃ مجادلہ میں بھی فرمایا:

"اولئک کتب فی قلوبھم الایمان"

ترجمہ: ''یہ وہ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے۔''

ایمان کسے کہتے ہیں؟

وہ چیزیں ہیں جن کو دل سے مان لینے کا نام ایمان ہے اور مان لینے والے کو ''مومن'' کہتے ہیں جن کا ذکر ایمان مفصل اور ایمان مجمل میں ہے:

خلاصہ یہ ہے کہ:

''(الف) میں ایمان لاتا/لاتی ہوں اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفات کے ساتھ ہے اور قبول کرتا ہوں میں اس کے تمام احکام کو۔

(ب) ایمان لاتی ہوں/لاتا ہوں میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن اور ہر خیر و شر کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے موجود ہونے پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔''

معلوم ہوا صرف توحید ہی پر ایمان لانا مومن کے لئے کافی نہیں جب تک کہ ان تمام چیزوں پر ایمان نہ لائے جن کا ذکر ایمان مفصل میں کیا گیا

ہے۔ مثلاً اللہ کا ایک ہونا، فرشتوں کا موجود ہونا، جو کتابیں انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں ان کو ماننا، تمام نبیوں کو ماننا، آخرت کو ماننا، تقدیر کو ماننا، جنت اور دوزخ کو ماننا، مرنے کے بعد زندہ ہونے کو ماننا اور ہر خیر و شر کا خالق اللہ تعالیٰ کو جاننا، اللہ رب العزت نے توحید کو قلوب کا امن بتلایا ہے، سورۃ انعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''میں تمہارے بتوں سے کیوں ڈروں، تم تو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے نہیں ڈرتے حالانکہ جواز شرک کی کوئی دلیل بھی کسی آسمانی کتاب میں نہیں، غور کرو اگر تم کو علم ہے تو بتلاؤ کہ ہر دو میں سے کون زیادہ امن کا حقدار ہے، ہاں ایمان والوں ہی کے لئے جو ایمان کو شرک کی آمیزش سے صاف رکھتے ہیں، امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔''

یہ وہی امن ہے جو دماغ کو انتشار خیالات، توہمات اور دل کو ہموم اوہام اور وساوس سے اور روح کو اضطراب اندرنی سے بچالیتا ہے و قلبہ مطمئن بھا۔

اللہ رب العزت نے ہمارے لئے بیت اللہ کو امن بنایا ہے۔

ترجمہ: ''ہم نے بیت اللہ لوگوں کے لئے پناہ گاہ اور امن کی جگہ بنایا ہے۔''

وہی لوگ حقیقی معنوں میں امن پسند ہوسکتے ہیں، جن کے قلوب بیت اللہ سے جڑے رہتے ہیں، اور یہی وہ امن ہے جو جان، مال، عزت و آبرو اور حقوق عامہ کی حفاظت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں داخل ہونے کو امن قرار دیا جیسا کہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا واقعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں میں سے ایک یہ بھی فرمائی تھی کہ: عدیؓ شاید تم کو اسلام میں داخل ہونے سے یہ امر مانع ہے کہ ملک میں امن نہیں، تم عنقریب دیکھو گے کہ ایک بڑھیا قادسیہ سے اکیلی حج کے لئے چلے گی اور وہ اللہ کی راہ میں کسی سے نہیں ڈرے گی۔''

عدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے عہد فاروقی میں اپنی آنکھوں سے ایسا ہی دیکھ لیا۔''

معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلفاء راشدین المہدیین کا دور بھی امن و امان کا مثالی دور تھا۔ قبل از اسلام ایک وہ دور تھا جب اہل عرب کا گھوڑوں کو پانی پینے پلانے پر جھگڑا شروع ہوتا تو صدیوں پر محیط ہوجاتا اور

سینکڑوں جانیں ضائع ہو جاتی تھیں۔ قربان جایئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تا قیام قیامت امن وامان کے وہ سنہرے اصول وضوابط دیئے کہ تمام بنی نوع انسان کے لئے مشعل راہ ہیں۔

اس عالم آب وگل میں امن وامان کا قیام اسی ''المومن'' سے قائم ہے۔ وہی اللہ جہاں چاہتا ہے امن وامان قائم رکھتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں متضاد طبائع کے لوگ موجود ہوتے ہیں شریف بھی ہیں اور شریر بھی، اللہ تعالیٰ ہی شرفاً کو شریر لوگوں کی شرارتوں سے محفوظ و مامون فرماتا ہے۔ ہماری حیات و بقا اللہ رب العزت نے مختلف عناصر سے قائم رکھی ہوئی ہے بقول شاعر:

زندگی کیا ہے؟ عناصر کا ظہور ترتیب
موت کیا ہے؟ انہی اجزا کا پریشان ہونا

آگ، مٹی، ہوا اور پانی متضاد عناصر ہیں لیکن اسی ''المومن'' ہی نے ہماری حیات کو قائم رکھا ہوا ہے۔ اگرچہ حدود و قیود خداوندی سے انحراف کرتے ہیں۔ صراط مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں۔ اخلاق حسنہ کی حدود سے متجاوز ہو جاتے ہیں، لیکن وہی ''المومن'' ہمیں اپنی حفظ وامان میں لے لیتا ہے:

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

معلوم ہوا صرف اللہ رب العزت بندہ نوازی فرماتے ہیں تو امن وامان قائم رہتا ہے، دنیا میں قیام واستحکام امن کی تمام تر کوششیں اور کاوشیں جبھی بار آور ہو سکتی ہیں، جب ہم اسلام اور پیغمبر اسلام رسول آخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے نظام کو قائم کریں، اصول و ضوابط کو اپنائیں۔

اللہ رب العزت اپنی صفت ''المومن'' ہی سے ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ پوری انسانیت کو ہدایت دے اور تمام امت مسلمہ کو دارین کی فوز وفلاح سے ہمکنار فرمائے۔ (آمین)

☆☆.........☆☆

بقیہ: حضرت ام سلیمؓ

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا انتہا درجہ کی صابرہ اور حوصلہ مند خاتون تھیں ان کا ایک بیٹا بیمار ہوا اور کچھ ہی دن میں وہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہا اس وقت گھر پر نہیں تھے، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کی وفات پر انتہائی صبر واستقلال کے ساتھ کام لیا اپنے گھر والوں کو منع کر دیا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر مت سنانا۔ رات کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور پوچھا کہ بچہ کیسا ہے کہنے لگی کہ آرام سے ہے (اور یہ جھوٹ بھی نہیں ہے، اس لئے کہ مسلمان کے لئے اس سے بڑا اور کیا آرام ہوگا کہ اپنے اصلی ٹھکانے پر چلا جائے) اس کے بعد اطمینان سے کھانا کھایا اور بستر پر لیٹے، جب ساری باتوں سے فارغ ہو چکے اور سفر کی تھکن اور پریشانی دور ہو گئی تو خاوند سے کہا کہ اگر کوئی چیز مستعار دی جائے اور پھر واپس لے لی جائے تو کیا اس کا واپس لیا جانا ناگوار گزرے گا یا انکار کرنے کا کچھ حق حاصل ہے؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہرگز نہیں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بولیں: ہمارا لڑکا جو اللہ کی امانت تھا، اس نے واپس لے لیا، اب اس کی طرف سے صبر کرنا چاہئے، پیکر صبر واستقامت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ سارا قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا کی خدا کی قدرت اس رات سے حمل رہ گیا اور حضرت عبداللہ کی ولادت ہوئی اور یہ عبداللہ بہت بڑے عالم ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ کی دعا کا اثر یہ ہوا کہ ان کی نسل میں بہت بڑے بڑے علماً پیدا ہوئے۔

صبر وتحمل اور تسلیم ورضا کے ایسے مظاہرے کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس جلیل القدر صحابیہ رضی اللہ عنہا کا درخشندہ اور تابندہ کردار مسلمان عورتوں کے لئے تاابد مشعل راہ بنا رہے گا، اسی غرض سے ان کی حیات کے یہ چند نقوش پیش کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ آج کی ہر خاتون کو ان صحابیات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

☆☆.........☆☆

مسلمان مالدار ہوں گے مگر دیندار نہ ہوں گے

○ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آ نکلے جن کے بدن پر صرف ایک چادر تھی اور اس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا ان کا یہ حال دیکھ کر اور ان کا اسلام سے پہلے زمانہ یاد کر کے رسول اللہ ﷺ رونے لگے (کیونکہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پیشتر بڑے ملائم اور قیمتی کپڑے پہنا کرتے تھے) پھر ارشاد فرمایا کہ (مسلمانو) اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا۔ جب صبح کو ایک جوڑا پہن کر نکلو گے اور شام کو دوسرا جوڑا پہن کر نکلو گے اور ایک پیالہ سامنے رکھا جائے گا اور دوسرا پیالہ اٹھایا جائے گا اور تم اپنے گھروں پر زیب و زینت کے لئے اس طرح کپڑے کے پردے ڈالو گے جیسے کعبے کو کپڑوں سے پوشیدہ کر دیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب تو ہم آج کی نسبت بہتر ہوں گے (کیونکہ) عبادت کے لئے فارغ ہو جائیں گے اور کمانے کے لئے محنت نہ کرنی پڑے گی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں تم اس دن کی نسبت آج ہی اچھے ہو۔ بظاہر اگرچہ مفلس ہو لیکن دولت ایمان سے مالدار ہو اور اس زمانہ میں بظاہر مالدار ہو گے لیکن ایمان کے اعتبار سے مفلس۔ (ترمذی شریف)

محمد سعید علوی محلہ عمر آباد' چکوال

تحریر: پروفیسر محمد اقبال جاوید

سر بیچ کر متاعِ دل وجاں خریدنا

ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے سرفروشی ایک ایسا سودا ہے جس میں خسارہ نہیں، فائدہ ہی فائدہ ہے کہ اسی سے ایمان کی تکمیل کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی سے محبت کے اعتبار اور وفا کے افتخار کا پتا چلتا ہے کہ یہی واحد پیمانہ ہے اس عظیم وجلیل محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا، جو وجہ وجود کائنات ہے، جس نے اس ظلمت کدے میں ہدایت، سعادت اور رحمت کی کرنیں برسائیں، جس کی ذات پاک سے ہماری حیات مستعار کی ہر آبرو وابستہ ہے، جو فی الواقع رخ جمال الٰہی کا آئینہ ہے اور دست فطرت کا وہ عظیم ترین شاہکار ہے جس پر خود حسن آفریں کو ناز ہے کہ طور پر تجلیوں کی بارش اسی وقت تک کے لئے تھی جب تک قدرت کے فن کو اوج کمال نہ ملا تھا۔ یہ فن ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوگیا اور تخلیق کو معراج کمال نصیب ہوگئی، تو اب فنکار کی بے حجابی کی ضرورت باقی نہ رہی، تخلیق بے حجاب ہوگئی اور خالق چھپ گیا، کیونکہ اب تخلیق، خالق کی معرفت کے لئے کافی تھی...... یہی وجہ ہے خالق حقیقی نے اپنی محبت اور اپنی اطاعت کو اسی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کردیا اور یہی باعث ہے، اس امر کا کہ مالک دو جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہلکی سی شوخی اور ادنیٰ سی گستاخی بھی برداشت نہیں کرتا...... نہ کسی ماتھے کی کوئی سلوٹ، نہ نگاہوں کا کوئی زاویہ اور نہ ہونٹوں کی کوئی حرکت...... اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسی نازیبا سلوٹوں، ایسے ناپاک زاویوں اور گستاخ حرکتوں کے حامل وجود، غبار معصیت بن کر اڑتے رہے ہیں۔ حق یہ ہے کہ جب بھی کوئی غیرت مند، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخی کرنے والے کی زبان اس کی گدی سے کھینچ باہر کرتا ہے اور خود دار ورسن کو بوسہ دیتا ہے تو ہونٹوں پر تبسم سا بکھر جاتا ہے اور ساتھ ہی اس کے لئے جنت کے بھی ایوان کھل جاتے ہیں کہ وفا کا سوز ہی انسان کو کندن بنایا کرتا ہے اور:

محبت جس کو خاکستر کرے گی کیمیا ہوگا

ہماری پندرہ سو سالہ تاریخ کے حاشیے ایسے ہی جاں نثاروں کے لہو سے گلرنگ ہیں جو اشارتاً اور کنایتاً بھی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کرتے، صراحتاً تو بہت دور کی بات ہے۔ حق یہ ہے کہ وہ شخص جو شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین کا کوئی بول سن کر خاموش رہتا اور محض لفظی ردعمل پر اکتفا کرتا ہے، اس کی منافقت، دنیاوی اور اخروی تذلیل پر منتج ہوا کرتی ہے کہ وہ ایمان کی شرط اول سے بھی محروم ہے۔ محبوب کی ایک نگہ ناز کے حصول کے لئے محبت ہی چاک گریباں نکل سکتی ہے، اور محبت کے بغیر اطاعت کا ہر تصور فریب نفس ہے جبکہ ایمان، عمل کے بغیر ایک لفظ ہے بے معنی، ایک جسم ہے بے روح اور ایک خاکہ ہے بے رنگ...... محض پانی، پانی پکارنے سے پیاس نہیں بجھا کرتی اور صرف روٹی روٹی کی رٹ لگانے سے بھوک نہیں مٹا کرتی جب تک پانی پیا نہ جائے اور روٹی کھائی نہ جائے، بعینہٖ خود کو مسلمان، مسلمان کہنے سے انسان، مسلمان نہیں بنتا۔ جب تک اس کا عمل، اس کے ایمان کی تائید نہیں کرتا۔ محض لفظوں کی شطرنج بچھانے سے ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے تقاضے پورے نہیں ہوا کرتے کہ محض لفظی خوشنمائی، اعمال کی سیاہی کی دلیل ہوا کرتی ہے:

معنی ہیں معدوم، تحریریں بہت
ہے عمل مفقود، تقریریں بہت
بغض دل میں منہ پہ تعریفیں بہت
کفر دل میں، لب پہ تکبیریں بہت
ایک اہل درد ہی ملتا نہیں
ورنہ درد دل کی تدبیریں بہت

آج خبر ونظر کے چمن ہیں نہ فکر وعمل کے سمن، ذوق کی رعنائی ہے نہ شوق کی زیبائی، سجدوں کا کیف ہے نہ آنسوؤں کی چمک، کوئی ویرانہ سی ویرانی ہے...... زندگی سراب بھی ہے اور خراب بھی...... اور:

رو رو کے پوچھتی ہے صبا، شاخ شاخ سے
سارے چمن میں درد کا مارا کوئی نہیں؟

کہنے والے کہتے ہیں کہ آج نعت کا دور ہے، وہ بھول جاتے ہیں کہ ہر دور ہی نعت کا دور رہا ہے کہ یہ صنف سخن ازل انوار بھی ہے اور ابد آثار بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ نعت، مخالفین اسلام کی لسانی گستاخیوں کے جواب کے لئے وجود میں آئی تھی۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک رضا اس میں شامل تھی اور اس کے خال وخط اور اسلوب واصول بھی زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے متعین فرمائے تھے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دل آزار تحریریں بھی لکھی جاتی رہیں، وقت کے راجپال نئے نئے لبادوں میں سامنے بھی آتے رہیں اور عصر نو کے رشدی ہنود ویہود کی سرپرستی میں دندناتے بھی رہیں اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویدار محض نعت گوئی میں مصروف رہیں۔ ایسی نعت گوئی قلم قلم اور حرف حرف منافقت ہے کہ اس میں محبت کا ادعا، غیرت کی چنگاری سے محروم ہے:

محبت خوب ہے، غیرت مگر اس سے فزوں تر ہے
توصیف رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج، گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کاٹنے اور اپنا

سرکٹانے کی عملی کوشش میں پوشیدہ ہے، کیونکہ حمیت کے اس جذبے کے بغیر، ایک مسلمان کا وجود ہی بے جواز ہو کر رہ جاتا ہے کہ امت کا اجماع اسی پر ہے کہ شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کرنے والے کو اسی لیے قتل کر دیا جائے کہ یہی اس کی سزا ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ اگر وہ دریدہ دہن مسلمان ہے تو اس کی توبہ کو بھی درخور اعتنا نہ سمجھا جائے۔ وہ بہر نوع واجب القتل ہے اور اس سلسلے میں کسی نوع کا تساہل، نہ چرخ نیلی فام کو گوارا ہے نہ گنبد خضرا کو، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی، جذباتی اور شعوری وابستگی ضروری ہے۔ یہ پاکیزہ تعلق جتنا ڈھیلا پڑتا جائے گا ایمان بھی اسی قدر کمزور ہوتا چلا جائے گا، یہ کہنا غلط ہے کہ وابستگی، نظریات ہی سے ہونی چاہئے، شخصیات سے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے شخصی اور ذاتی محبت ہی ہمارے دنیاوی اور اخروی وقار کی ضامن ہے۔ اہل مغرب آزادی اظہار کے دلفریب نعروں کی آڑ میں دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی شدید ترین محبت کو ختم کر کے ان کی نیت اور جمعیت کو پراگندہ کرنے کے در پے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کا فوری قتل طے شدہ بات ہے خواہ وہ خانہ کعبہ کے غلاف ہی سے کیوں نہ لپٹا ہوا ہو۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ قاتل عدالت میں اپنا دفاع ہرگز نہ کرے بلکہ قتل کا برملا اعتراف کر کے اپنے لئے جنت اور دوسروں کے ایمان کے لئے منزل کا نشان چھوڑ جائے۔ اس ضمن میں صحابہ کرامؓ کا مقدس دور، ایثار و وفا کی ایمان افروز مثالوں سے بھرا پڑا ہے، مگر عصر حاضر بھی اس نوع سے کلیتاً بانجھ نہیں ہے اور ہماری خاکستر میں ابھی کچھ چنگاریاں باقی ہیں:

سربلندی پھر وفا کی دیکھنے میں آ گئی
پھر وفا کے نام پر کچھ لوگ ہارے زندگی

اللہ تعالیٰ، ناموس نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے سامان خود فراہم کیا کرتے ہیں۔ ہم ایسے لوگ تحریریں لکھتے ہیں اور تقریریں کرتے رہ جاتے ہیں اور قدرت کسی سادہ دل کے جگر میں آگ لگا کر اس کے ایمان کو عمل کا خوش رنگ نقش بنا دیتی ہے کہ لالے کی حنابندی فطرت کا محبوب مشغلہ ہے:

دہد حق، عشق احمدؐ، بندگان چیدہ خودرا
بہ خاصاں می دہد شہ، بادۂ نوشیدۂ خودرا

اس سلسلے میں دو واقعات محفوظ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک کے راوی پروفیسر عطاء الرحمٰن عتیق (سابق صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ) ہیں۔ ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک زوروں پر تھی۔ سیالکوٹ دارالعلوم شہابیہ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دیگر اکابرین جمع تھے، پروفیسر موصوف تب وہاں ایک کمسن طالب علم تھے اور مہمانوں کی خدمت پر مامور تھے۔ محفل میں مرزا قادیانی ملعون زیر بحث تھا کہ پروفیسر صاحب نے شاہ جیؒ سے اچانک مخاطب ہو کر کہا کہ: ''حضرتؒ! جب اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، آپ تبھی اسے قتل کر دیتے تو ان تقریروں کی نوبت ہی نہ آتی''۔ یہ سن کر شاہ جیؒ زار زار رونے لگ گئے اور کافی دیر آبدیدہ اور گلوگیر رہے...... تاریخ نے یہ حقیقت بھی محفوظ رکھی ہے کہ جب علامہ اقبالؒ نے غازی علم الدین شہیدؒ کے شگفتہ چہرے کی آخری زیارت کی تو وہ بے اختیار کہہ اٹھے تھے کہ: ''اسیں گلاں ای کردے رہے، تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا۔''

دوسرا ایمان افروز واقعہ پروفیسر میاں محمد یعقوب (شعبہ اردو نیشنل سائنس کالج گوجرانوالہ) یوں بیان کرتے ہیں۔

۶۷۔۱۹۶۶ء کی بات ہے میں لاہور کے سینٹرل ٹریننگ کالج میں بی ایڈ کا طالب علم تھا۔ وہاں ہمارے ایک بزرگ پروفیسر تھے چودھری فضل حسین، انہوں نے یہ واقعہ کلاس روم میں سنایا:

''میں بیروت کی یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا اور وہاں ہندوستان (تقسیم سے قبل) کے بہت سے طلبہ و طالبات زیر تعلیم تھے۔ ان میں سے ایک لڑکی (نام نہیں بتاتا) بہت شوخ و شنگ اور الٹرا ماڈرن قسم کی تھی۔ اس کا تعلق ہندوستان کے کسی مسلمان نواب گھرانے سے تھا، وہ خود شاید فیشن کے طور پر کمیونزم کا پرچار کر رہی تھی۔

ایک دن ٹک شاپ پر اسلام اور کمیونزم کی بحث چل رہی تھی کہ اس نابکار لڑکی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک آدھ نازیبا لفظ کہہ دیا۔ میں نے اسے بے نقط سنائیں، بہت برا بھلا کہا اور ہمیشہ کے لئے اس سے قطع کلامی کر لی۔ پھر یوں ہوا کہ مجھے (پروفیسر فضل حسین) اور اس نابکار لڑکی کو جو اپنی امارت اور حسن پر بہت نازاں تھی، دوران تعلیم ہی میں برص کا حملہ ہوا۔ اس نے اپنے حسن کو بچانے کے لئے اس وقت کے اعلیٰ ترین ڈاکٹروں اور ہسپتالوں سے رجوع کیا لیکن برص پھیلتا چلا گیا اور وہ خود بھی پھیلتی چلی گئی، یعنی بے اندازہ موٹی ہو گئی۔ ہندوستان واپسی پر اس کا کہیں رشتہ نہ ہو سکا اور اپنی مضحکہ ہیئت کذائی کی وجہ سے اس نے گھر سے نکلنا بھی چھوڑ دیا اور وہ جو کبھی جان محفل ہوا کرتی تھی، سوسائٹی میں نسیاً منسیاً ہو گئی۔

ادھر واپسی کے بعد میں نے جہلم کے ایک معمولی سے ڈاکٹر سے علاج کروایا اور اللہ کے فضل سے (چہرہ پر ایک آدھ داغ کے سوا) شفا ہو گئی۔''

تقریباً ساری کلاس نے سوال کیا:

سر! اسے تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کے سبب یہ سزا ملی، آپ پر برص کیوں حملہ آور ہوا؟۔

بوڑھے پروفیسر کے جواب نے نہ صرف کلاس کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا بلکہ سب کو آنسوؤں سے رلا دیا۔ فرمایا: ''مجھے اس وجہ سے برص ہوا کہ میں نے گالیوں پر اکتفا کیوں کی اور اسے اسی دم قتل کیوں نہ کر دیا۔''

آخر میں احسان دانش کی ہم پسماندگان کے لئے ایک آرزو:

اللہ، تم کو صاحب سیف و سناں کرے
جسموں میں روح خالدؓ و طارقؒ رواں کرے
دے کر شعور زیست، ارادے جواں کرے
جو جم چکا ہے خون رگوں میں دواں کرے
تم کو رہ رسولؐ پہ چلنا نصیب ہو
کب سے گرے پڑے ہو، سنبھلنا نصیب ہو

☆☆.................☆☆

کذاب یمامہ سے کذاب قادیان تک

نثار احمد خان فتحی

طلیحہ اسدی

طلیحہ بن خویلد اسدی قبیلہ بنی اسد کی طرف منسوب ہے جو خیبر کے آس پاس آباد تھا، اس شخص نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عہد سعادت میں مرتد ہو کر سمیرا میں اقامت اختیار کی اور وہیں نبوت کا دعویٰ کرکے خلق کو گمراہ کرنے میں مشغول ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں لوگ اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

طلیحہ کی خودساختہ شریعت:

اس خودساختہ نبی نے اپنی خودساختہ شریعت لوگوں کے سامنے اس شکل میں پیش کی کہ نماز میں صرف قیام کو باقی رکھا اور رکوع، سجود وغیرہ کو حذف کر دیا اور دلیل یہ دی کہ خدائے بے نیاز اس سے مستغنی ہے کہ لوگوں کے منہ خاک پر رگڑے جائیں اور وہ لوگوں کے کمر رکوع میں جھکانے سے بھی بے نیاز ہے اس معبود برحق کو صرف کھڑے ہو کر یاد کر لینا کافی ہے۔ اسی طرح اسلام کے دوسرے احکام اور عبادات کے متعلق بھی بہت سی باتیں اختراع کی تھیں، وہ کہا کرتا تھا کہ جبرئیل امین ہر وقت میری صحبت میں رہتے ہیں اور وزیر کی حیثیت سے تمام اہم معاملات میں میری مدد کرتے ہیں اور مجھے مشورہ دیتے ہیں۔

طلیحہ نے اللہ کے رسول ﷺ کو بھی اپنی خودساختہ نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی:

طلیحہ نے اپنے عم زاد بھائی حبال کو دنیا کے ہادی اعظم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس اپنی نبوت کی دعوت کے لئے مدینہ منورہ روانہ کیا۔ اس نے مدینہ آ کر حضور علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) طلیحہ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور کہا اس کے پاس روح الامین آتے ہیں اور لاکھوں لوگ اس کو اپنا ہادی اور نجات دہندہ مانتے ہیں وہ کیسے جھوٹا ہو سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام اس پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا: خدا تمہیں ہلاک کرے اور تمہارا خاتمہ بخیر نہ ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ حالت ارتداد ہی میں قتل ہو کر جہنم واصل ہوا۔

طلیحہ سے پہلی جنگ اور اس کا فرار:

حبال کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضرار بن ازورؓ کو ان سرداران قبائل کی طرف تحریک جہاد کی غرض سے روانہ کیا جو طلیحہ کے آس پاس رہتے تھے، ان سب نے آپ کے ارشاد پر لبیک کہا اور حضرت ضرارؓ کے ماتحت ایک بڑی جماعت کو جہاد کے لئے بھیج دیا، جس نے نہایت بے جگری اور بہادری سے طلیحہ کی فوج کا مقابلہ کیا اور جو سامنے آیا اس کو گاجر، مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا، ہزار کوشش کے باوجود طلیحہ کی فوج مسلمانوں پر غالب آنے میں ناکام رہی اور سخت بدحواسی کے ساتھ بھاگ کھڑی ہوئی۔ حضرت ضرارؓ اس فتح کی خوشخبری دینے ابھی مدینہ بھی نہیں پہنچے تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اتفاق رائے سے مسلمانوں کے امیر منتخب ہوئے۔

منکرین زکوٰۃ بھی طلیحہ سے مل گئے مدینہ پر حملہ:

طلیحہ نے اپنے بھائی حبال کو اپنا نائب مقرر کیا اور تمام اہم امور اس کو سونپ دیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے قبائل مرتد ہو گئے اور حبال کے ساتھ مل کر مدینہ شریف پر حملہ کا منصوبہ بنانے لگے، چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے اپنا ایک قاصد حبال کے قاصد کے ساتھ مدینہ بھیجا اور حضرت ابوبکر صدیق سے کہا ہم نماز تو ضرور پڑھیں گے مگر زکوٰۃ آئندہ سے بیت المال میں نہیں بھیجیں گے، حضرت ابوبکرؓ نے صاف الفاظ میں کہا کہ تم اگر زکوٰۃ کے اونٹ کی ادنیٰ رسی بھی دینے سے انکار کرو گے تو میں تم سے قتال کروں گا۔

یہ صاف بات سن کر دونوں قاصد واپس چلے گئے اور تین ہی دن کے بعد حبال نے رات کے وقت مدینہ شریف پر حملہ کر دیا حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کے بعد بہت تھوڑے سے لوگ مدینہ میں رہ گئے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ بذات خود ان کو لے کر مقابلہ کے لئے نکلے اور حبال کے لشکر کو مدینے سے نکال دیا لیکن واپسی میں حبال کے امدادی لشکر سے ٹکراؤ ہو گیا۔ اس لشکر نے مسلمانوں کے سامنے خالی مشکیں جن میں ہوا بھر کر ان کے منہ رسیوں سے باندھ دیئے تھے، زمین پر بچھا دیں جس سے مسلمانوں کے اونٹ جن پر وہ سوار تھے بھڑک گئے اور اپنے سواروں کو لے کر ایسے بھاگے کہ مدینہ ہی آ کر دم لیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ آتے ہی دوبارہ حملے کا منصوبہ بنایا اور تازہ دم مسلمانوں کے ساتھ پیادہ پا دشمن کے سر پر جا پہنچے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر مرتدین کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا، اس اچانک حملہ سے دشمن گھبرا گئے جبکہ مجاہدین نے ان کو اپنی شمشیر زنی کا خوب تختہ مشق بنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن طلوع سے قبل ہی بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

حضرت ابوبکرؓ کی دوسری فاتحانہ یلغار:

طلیحہ کے لوگوں نے اس شکست پر جوش انتقام میں بہت سے مسلمانوں کو اپنے اپنے قبائل میں شہید کر دیا، یہ خبر جب حضرت ابوبکرؓ کو ملی تو آپ کو بہت رنج ہوا اور قسم کھائی کہ اس کا بدلہ ضرور لوں گا۔

دو مہینے کے بعد حضرت اسامہؓ بن زید کا لشکر بھی فتح کے پھریرے اڑاتا ہوا مدینہ واپس آ گیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت اسامہؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود مسلمانوں کے ساتھ طلیحہ کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔

مسلمانوں نے آپ کو بہت روکا اور قسمیں دیں کہ آپ خود جہاد کی مشقت گوارا نہ فرمائیں، مگر آپ نے ایک نہ سنی اور یہ فرمایا میں اس لڑائی میں بہ نفس نفیس اس لئے جانا چاہتا ہوں کہ مجھے دیکھ کر تمہارے دل میں جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ پیدا ہو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے مسلمانوں نے میدان جنگ میں خوب اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے اور ارتداد کے حلقوں میں قیامت مچا دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرتدین کے ایک مشہور سردار حلیہ کو قید

کر کے بنی ذبیان کے سارے علاقے پر قبضہ جمالیا دوسرے قبائل نے میدان جنگ سے فرار ہوکر اپنی جان بچائی۔ اس کے بعد امیر المومنین معہ اپنے لشکر کے فوراً مدینہ کی طرف اس خیال سے لوٹ گئے کہ کہیں مرتدین مل کر مدینہ میں کوئی تازہ فتنہ نہ کھڑا کردیں۔

اسلامی لشکر کی گیارہ دستوں میں تقسیم:

حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ واپس آکر تمام اسلامی لشکر کو گیارہ دستوں میں تقسیم کردیا اور ہر ایک دستے کے لئے الگ الگ جھنڈے اور امیر مقرر فرمائے چنانچہ:

☆...... حضرت خالد بن ولید کو امیر بنا کر طلیحہ کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔

☆...... حضرت عکرمہ بن ابوجہل کو امیر بنا کر مسیلمہ کذاب کی طرف روانہ کیا۔

☆...... حضرت عدیؓ بن حاتم کو امیر بنا کر قبیلہ طے کی طرف بھیجا، کیونکہ اس قبیلہ نے بھی طلیحہ کی مدد کی تھی، اس لئے اس کی گوشمالی بھی لازمی تھی۔ حضرت عدیؓ نے اپنے قبیلہ میں جاکر اسلام کی دعوت دی اور انحراف وسرکشی کے نتائج سے آگاہ کیا، چنانچہ قبیلہ طے نے سر تسلیم خم کردیا اور دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ اس طرح حضرت عدیؓ کی دعوت اور تبلیغ سے دوسرے قبائل جو طلیحہ کے مددگار تھے دوبارہ مسلمان ہوگئے اور طلیحہ سے تعلق منقطع کرلیا۔

طلیحہ سے معرکہ اور حبال کی ہلاکت:

اب حضرت خالد بن ولیدؓ نے عکاشہ بن محصن اور ثابتؓ بن ارقم کو تھوڑی سی فوج دے کر طلیحہ کی خبر لینے کے لئے روانہ کیا اور اس کا سامنا حبال کی فوج سے ہوگیا، اس جھڑپ میں عکاشہؓ نے حبال کو قتل کردیا، اس کی خبر جب طلیحہ کو ملی تو وہ خود اپنی فوج لے کر تیزی سے آیا اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا اس معرکے میں طلیحہ نے حضرت عکاشہ اور ثابت بن ارقم دونوں کو شہید کردیا۔ یہ خبر جب حضرت خالد بن ولیدؓ کے لشکر کو ملی تو مسلمانوں کو بہت افسوس ہوا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اب بغیر وقت ضائع کئے طلیحہ سے فیصلہ کن جنگ کرنے کا ارادہ کرلیا اور فوج کو آراستہ کرکے طلیحہ کی لشکر گاہ کا رخ کیا۔

بزاخہ کے مقام پر دونوں فوجوں کا ٹکراؤ ہوا۔ بنی فزارہ کا سردار عینیہ بن حصن اپنی قوم کے سات سو آدمیوں کے ساتھ طلیحہ کا مددگار بنا ہوا تھا۔

میدان جنگ میں طلیحہ کی فیصلہ کن شکست اور اس کا فرار:

حضرت خالد بن ولیدؓ اور ان کے ساتھیوں نے اس شدت سے حملہ کیا کہ مرتدین کے منہ پھر گئے، طلیحہ کا مددگار عینیہ بن حصن اپنے سات سو آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کررہا تھا، مگر اس کو احساس ہوگیا کہ مسلمانوں کا پلہ بھاری ہے اور طلیحہ کو شکست ہوجائے گی وہ فوراً طلیحہ کے پاس گیا اور پوچھا آپ پر کیا وحی آئی؟ جبرئیل نے کوئی فتح کی خوشخبری سنائی یا نہیں؟ طلیحہ جو چادر اوڑھے بیٹھا ہوا تھا بولا جبرئیل ابھی تک نہیں آئے ہیں انہیں کا انتظار کررہا ہوں، عینیہ واپس میدان جنگ میں جاکر جاں بازی سے لڑنے لگا، پھر دوسری اور تیسری مرتبہ جاکر طلیحہ سے وحی کے متعلق پوچھا تو طلیحہ نے کہا کہ ہاں جبرئیل آئے تھے اور رب جلیل کا یہ پیغام دے گئے ہیں:

"ان لک رحی کرحاہ وحدیثا لا تنساہ"

"تیرے لئے بھی شدت جنگ ایسی ہوگی جیسے خالد کے لئے اور ایک معاملہ ایسا گزرے گا کہ تو اسے کبھی فراموش نہیں کرسکے گا۔"

عینیہ کو یہ سن کر اس بات کا یقین ہوگیا کہ طلیحہ جھوٹا اور خودساختہ نبی ہے، چنانچہ اس نے میدان جنگ سے اپنے تمام ساتھیوں سمیت فرار اختیار کیا، اس کا اثر دوسرے لشکریوں پر بھی ہوا اور انہوں نے بھی فرار کو جنگ پر ترجیح دی۔ اس طرح طلیحہ کو فیصلہ کن شکست سے دوچار ہونا پڑا اور اس کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں اور اس کی بساط نبوت ہمیشہ کے لئے الٹ گئی۔

طلیحہ نے صورتحال کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے فرار ہونے میں اپنی عافیت سمجھی اور ایک تیز رفتار گھوڑی پر سوار ہوکر ملک شام کی طرف بھاگ گیا اور اس کے تمام بقایا لشکر نے دوبارہ اسلام قبول کرلیا۔

طلیحہ کا قبول اسلام:

کچھ عرصے کے بعد طلیحہ کو بھی حق تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور وہ مشرف باسلام ہوکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شام سے حج کے لئے آیا اور مدینے جاکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور عراق کی جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے خصوصاً جنگ قادسیہ میں طلیحہ نے بڑی بہادری اور جوانمردی سے لشکر اسلام کا دفاع کیا۔

☆☆............☆☆

بقیہ: اتحاد و یکجہتی

نہ سمجھو تو مٹ جاؤ اے انسانو!
تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

آپ کو معلوم ہے کہ ۸ھ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو اور فرمایا اللہ کے نزدیک مسلمان کا خون اور جان خانہ کعبہ سے بھی زیادہ عزت رکھتا ہے۔ عالمی نظر رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اس وقت رنگ وزبان، نسب اور خاندان علاقے اور مال کی جنگ چھڑ چکی ہے۔ آیئے ان سب بتوں کو توڑ کر صرف ایک خدا پرستی اور دین وحدت کو قائم کریں۔ مشرق اور مغرب میں تمام بنی آدم اور نوع انسان کے عام افراد کو متحد کر کے ایک قوم اور برادری بنائیں۔ اس کے لئے صرف نعروں ہی سے نہیں بلکہ عملی اقدام کرنا ہوگا آج پھر صدیق کی صداقت، عمر کی عدالت، عثمان کی سخاوت اور علی المرتضیٰ کی شجاعت☆ چودہ لاکھ مربع میل پر اللہ کی توحید اور نبیؐ کی رسالت کا ڈنکا بجانے والا کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیاست میدان کربلا میں اپنے خاندان کو اور اپنی جان کو شہید کرنے والے حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کی شہادت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے حال پر رحم فرمائے۔ (آمین)

اکرام انسانیت

تحریر: ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر

اسلام میں امیر، غریب اور چھوٹے بڑے میں وہ فرق نہیں جو دوسری اقوام اور تہذیب میں پایا جاتا ہے۔ اسلام کے نزدیک سب انسان برابر ہیں۔ غریب سے غریب آدمی بھی اپنی اہلیت کی بنیاد پر بڑے سے بڑا مقام حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ الحجرات کی آیت:۱۳ میں ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔''

اسلامی قانون کی نگاہ میں بھی سب امیر اور غریب ایک ہی درجے پر ہیں۔ اگر حکمران وقت کوئی ایسا جرم کرتا ہے، جس کی شریعت میں کوئی سزا مقرر ہے تو اسے بھی وہی سزا ملے گی۔

اکرام انسانیت کے باعث ہی اسلام نے حسب ونسب کے فخر کو سخت ناپسند قرار دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں اپنی ناپسندیگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''جو لوگ اپنے ان آباؤ اجداد پر فخر کرتے ہیں جو مرچکے ہیں، وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں وہ تو جہنم کا حصہ بن چکے ہیں۔''

کسی شخص کے آباؤ اجداد بڑے لوگ تھے یا چھوٹے، اس قطع نظر اس کی اپنی عزت اس کے اپنے اعمال پر منحصر ہے، نہ کہ آباؤ اجداد کے بڑے ہونے پر۔

رحمت دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ حسب ونسب کی نفی کرتے ہوئے خود کو کمزور لوگوں کا سرپرست قرار دیا۔ حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کیا کرو، کیونکہ کمزور اور غریب لوگوں ہی کی وجہ سے تمہیں روزی دی جاتی ہے اور دشمنوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جاتی ہے۔''

اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ معاشرے کے غریب اور کمزور لوگوں کے ساتھ تعلق رکھنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوں۔

اکرام انسانیت کے حوالے سے یہ واقعہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے کہ ایک مسکین عورت بیمار ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بیماری کی خبر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ مسکینوں کی عیادت کیا کرتے تھے اور ان کا حال احوال پوچھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسکین و نادار عورت کی عیادت کے لئے بھی تشریف لے گئے اور اسے عالم نزع میں دیکھ کر صحابہؓ سے فرمایا: ''جب یہ وفات پاجائے تو مجھے اطلاع دی جائے۔''

کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ اس عورت کا انتقال ہوگیا۔ اس کا جنازہ رات کو اٹھایا گیا، لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت جگانا مناسب نہ سمجھا، اس لئے آپ کو اطلاع دیئے بغیر عورت کو دفن کردیا۔ صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عورت کے بارے میں بتایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس عورت کے انتقال کی اطلاع کیوں نہیں دی گئی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں یہ بات پسند نہ آئی کہ آپ کو رات کے وقت جگائیں۔ یہ سن کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت کی قبر پر تشریف لے گئے، وہاں لوگوں کی صف قائم کی اور نماز جنازہ ادا کی۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکرام انسانیت کے حوالے سے امیر وغریب میں کوئی فرق روا نہیں رکھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں:

''(۱) جب وہ تم سے ملے تو سلام کرو،
(۲) جب وہ تمہاری دعوت کرے تو اسے قبول کرو،
(۳) جب وہ نصیحت اور خیرخواہی کا طلبگار ہو تو اس کے ساتھ خیرخواہی کرو،
(۴) جب وہ چھینکے اور الحمدللہ کہے تو تم اسے یرحمک اللہ کہہ کر جواب دو،
(۵) جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو،
(۶) جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ۔

دین اسلام نے اکرام انسانیت کے حوالے سے جو اصول وضع کئے ہیں، ان کے مطابق ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ:

(۱) اپنے مسلمان بھائی کی غلطی کو معاف کرے۔
(۲) اس کے عیب کی پردہ پوشی کرے۔
(۳) اس کے عذر کو قبول کرے۔
(۴) اس کی تکلیف کو دور کرے۔
(۵) ہمیشہ اس کی خیرخواہی کرے۔
(۶) مشکل وقت میں اس کا ساتھی بنے۔
(۷) وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔
(۸) اس کا ہدیہ قبول کرے۔
(۹) اس کے احسان کا بدلہ دے۔
(۱۰) اس کے تحفے کا شکریہ ادا کرے۔
(۱۱) مصیبت کے وقت اس کی مدد کرے۔
(۱۲) اس کے اہل وعیال کی حفاظت کرے۔
(۱۳) اس کی درخواست کو سنے۔
(۱۴) اسے ناامید نہ کرے۔
(۱۵) اس کی گم شدہ چیز اس تک پہنچائے۔
(۱۶) اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرے۔
(۱۷) اس کے ساتھ احسان کرے۔
(۱۸) اگر وہ اس کے بھروسے پر قسم کھائے تو اسے پورا کرے۔
(۱۹) اگر کوئی اس پر ظلم کرے، تو اس کی مدد کرے۔
(۲۰) اس کے ساتھ محبت کرے، دشمنی نہ کرے۔
(۲۱) اس کو رسوا نہ کرے۔
(۲۲) جو بات اپنے لئے پسند کرے، اپنے بھائی کے لئے بھی وہی بات پسند کرے۔

اسلامی تعلیمات پر مبنی یہ وہ اصول ہیں جن پر نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل پیرا ہوکر بنی نوع انسان کو یہ درس دیا کہ وہ اکرام انسانیت کے لئے ان اصولوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اکرام انسانیت کے حوالے سے ان اصولوں پر دل وجان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆......☆☆

تحریر: محمد یسین، جھنگ

دین اور دہریت

دین اور مذہب کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والی ایک ازلی اور ابدی علیم وحکیم ذات موجود ہے، جس کی حقیقت کو ہم نہیں پاسکتے۔ ہم سب اس کے محکوم اور اس کے سامنے جوابدہ ہیں، اور دہریت اس عظیم ہستی کے انکار کا نام ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دین اور دہریت میں سے عقل وفطرت کے قریب وقرین کونسی چیز ہے؟

دین اسلام جن امور غیبیہ پر ایمان لانے کو کہتا ہے ان کی بنیاد خبر صادق پر ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام جیسی بلند کردار اور پاکیزہ شخصیتوں نے پے در پے یہ خبریں دی ہیں جن کو جھٹلانے کی ہمارے پاس کوئی معقول وجہ نہیں اور دہریت ایک خیال احتمال ظن و تخمین اور اٹکل پچو پر قائم ہے۔ کسی ٹھوس دلیل پر قائم نہیں، بلکہ یہ اس دور میں ایک فیشن بن گیا ہے کہ ہمیں کوئی بنیاد پرست، قدامت پسند اور ملائیت کا طعنہ نہ دے سکے، ہم بھی ماڈرن اور روشن خیال کہلا سکیں۔ یہ بات کہ خدا کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں بن سکتی کیونکہ سمندر کو چلوؤں سے ناپنا بجائے خود حماقت ہے بلکہ اس کو سمجھنے کی جسارت کرنا ہی سمجھ نہیں آتا، کیونکہ ہمیں تو اس جہان کی بہت سی چیزیں ابھی تک سمجھ نہیں آئیں جو اس کی مخلوقات ہیں بلکہ ساری مخلوقات کا ہم احاطہ بھی نہیں کرسکے اور نہ ہی کرسکتے ہیں۔ خالق کائنات کی حقیقت کو جاننا تو بعد کی بات ہے کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

تو کار زمیں رانکو ساختی
کہ بر آسماں نیز پرداختی

تو زمین سے فارغ ہوچکا ہے کہ اب آسمان میں بھی مشغول ہوگیا اور یہ عقل وفلسفہ ہے ہی کیا جس کے بل بوتے پر ہم یہ کوشش کریں، جس طرح دوسرے حواس سمع وبصر وغیرہ ہیں اور ان کی ایک حد ہے۔ کان ایک حد تک سنتا ہے آگے نہیں سنتا آنکھ ایک حد تک دیکھتی ہے آگے نہیں دیکھتی، اس طرح یہ کیوں نہیں کہا جاسکتا کہ دماغ بھی ایک حد تک سوچتا ہے آگے نہیں سوچتا۔

ایک امریکی خلانورد کہتا ہے کہ: اس تمام تگ و دو میں حقیقت تو کسی چیز کو حاصل نہ ہوئی، بے حد وحساب سیارات ونجوم کی حرکتوں کو دیکھ کر اور حیرانی بڑھ گئی۔ عقل کی حدِ پرواز سے آگے وحی الٰہی یعنی نبوت کی رہنمائی چاہئے۔ سائنس کی جولانگاہ عقل کی حد تک ہے، اس سے آگے کے حقائق کی معرفت کا ذریعہ مذہب ہے ان دونوں کا میدان ایک نہیں کہ ٹکراؤ کی صورت پیدا ہوسکے۔ الغرض جو خدا تیرے ذہن میں سماجائے وہ خدا نہیں، تیری ذہنی مخلوق ہے خدا تو تیرے ذہن کا خالق ہے محدود ذہن میں لامحدود ذات کیسے سماسکتی ہے؟ ہاں عقل جس مسئلے کی مخالفت کرے اس کے خلاف دلائل قائم کرے اس کا انکار ضروری ہے ورنہ حق و باطل کا امتیاز ہی اٹھ جائے گا، لیکن جس مسئلے کے سامنے عقل گنگ ہوجائے وہ اس کی دسترس سے باہر ہو اور کوئی صادق وامین ہستی اس کی خبر دے کہ مسئلہ اس طرح ہے تو وہاں قامت مسئلہ کو خواہ مخواہ عقل کا تنگ لباس پہنانے کی کوشش کرنا غلطی ہے اور اس کا وہم کہنا خود وہم ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ نظام کائنات میں ایک گہرا ربط اور معقول ترتیب ہے۔ چاند، سورج، ستارے سب ایک خاص نظام کے تحت گردش کررہے ہیں اور خود ہمارے جسم کی مشینری کا ہر ہر پرزہ اپنی اپنی جگہ نہایت موزونیت کے ساتھ فٹ ہے۔ ذرہ بھر اس ترتیب میں کچھ خلل واقع ہوجائے تو ہماری خوشگوار زندگی پر اس کے کیا اثرات پڑتے ہیں؟ ہر شخص جانتا ہے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے باد سازگار
خاک یہ کس کی ہے کس کا ہے یہ نور آفتاب
کس نے بھردی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

ربط وترتیب سے یہ بات واضح طور پر محسوس ہوتی ہے کہ کوئی ذات ہے، جس نے اپنے علم وحکمت سے اس نظام کائنات کو بنایا ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ نہیں یہ سب کچھ اپنے آپ محض اتفاقی شکست و ریخت سے ہوگیا ہے۔ مادے میں لاکھوں سال خود بخود ہونے والے تغیرات کا یہ نتیجہ ہے تو کیا آپ اس کو بھی مان لیں گے؟ کہ ایک شخص کے ذہن میں کوئی سوال ابھرا وہ سوچنے لگا کچھ سمجھ نہ آیا تھک ہار کر بیٹھ گیا ایک دن دیکھا کہ کچھ بچے کھیل رہے ہیں اور وہ ایک دوسرے پر سیاہی کی چھینٹیں اڑا رہے ہیں کچھ چھینٹیں ایک دیوار پر بھی پڑ رہی ہیں، اتفاق سے دیوار پر پڑنے والی چھینٹیں اس ترتیب سے پڑی ہیں کہ نہایت سیدھی سطروں کے اندر خوشخطی کے ساتھ ایک بامعنی عبارت تیار ہوگئی، جب اس شخص نے اس عبارت کو اول سے آخر تک پڑھا تو وہ اس شخص کے ذہن میں ابھرنے والے سوال کا مکمل اور تسلی بخش جواب تھا۔ اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو یقین کیجئے کہ اس جہاں میں بھی کوئی فقط واتفاق نہیں جو کچھ ہورہا ہے، نہایت علم وحکمت سے ایک ضابطے کے تحت وجود میں آرہا ہے اور اگر کوئی شخص اسی بات پر مصر ہے کہ یہ سب کچھ خود بخود ہوگیا ہے تو کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ جس طرح یہ جہاں پہلے بقول اس کے خود بخود وجود میں آگیا۔ اسی طرح خود بخود ختم ہوجائے اور دوسرا جہاں خود بخود بن جائے، پھر خود بخود وہ ساری تفصیلات سامنے آجائیں جو ایک مذہبی آدمی کہتا

ہے، پھر خود بخود اس شخص کی زبان اقرار کرنے لگ جائے کہ یہ سب چیزیں خود بخود نہیں لیکن اس اقرار کا اس جہاں میں کوئی وزن نہ ہو اور اس منکر کو آگ کے گڑھے میں دھکیل دیا جائے اور اس کے کانوں میں آواز آئے کہ: "یہ وہ دوزخ ہے جس کا تم کو وعدہ تھا۔" (سورۃ یٰسین)

اس شخص کے اصول کے مطابق تو اس امکان کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا کہ میں دقیانوسی، قدامت پسند اور تنگ و تاریک خیال والا سہی لیکن بزعم خویش بیدار مغز اور روشن خیال میری معروضات پر غور ضرور کریں۔ یہ ترقی کے دلدادہ جو مذہب کو اپنی ترقی میں عار سمجھتے ہیں ذرا سوچ کر بتائیں کہ مذہب کے بغیر آخر ان کی حیثیت اس جہان رنگ و بو میں کیا ہے؟ یہ سب نئی نئی سائنسی ایجادات کرنے کے باوجود ایک خود رو گھاس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے، جبکہ مذہب اسلام انسان کو زمین پر خدا کا خلیفہ قرار دیتا ہے۔ مخدوم کائنات کہتا ہے کہ کاش! یہ اپنی حیثیت پر غور کرتے اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے خدا کی معرفت حاصل کرتے، لیکن انہوں نے کائنات کی دریافت میں اپنے آپ کو گم کر دیا۔ کالج، یونیورسٹی کے جدید تعلیم یافتہ نوجوان مذہب سے محض داڑھی والے ملاں کی بات سمجھ کر بیزار نہ ہوں۔ بڑے بڑے دانشور اور فلسفی ایسے گزرے ہیں جنہوں نے عقل و فلسفہ کی بے چارگی کو دیکھ کر مذہب کے دامن میں پناہ لی ہے۔

بہت بڑے فلسفی امام غزالیؒ نے تہافت الفلاسفہ لکھ کر فلسفیوں کی غلطیوں کو ظاہر کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے علم کلام جیسے عقل سے نکل کر فقہ کے میدان میں اپنی صلاحیتوں کو لگایا ہے۔

اول آز مودم عقل دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

دور نہ جائیے ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ جنہوں نے جدید علوم کو حاصل کیا ہے اور جدید تہذیب کو قریب سے دیکھا ہے کہتے ہیں:

عقل کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

اور فخر سے کہتے ہیں:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

اور ایسے روشن خیال مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں کہ:

وہ سمجھتے ہیں یورپ کو ہم نشین اپنا
ستارے ہیں جن کے نشیمن سے زیادہ قریب
وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

اور دیکھئے دنیا میں قدرت کا انتقام کہ ڈارون نے جب انسان اول حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کا انکار کیا تو اپنا رشتہ بندر سے قائم کر لیا۔ ادھر یہود جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک شکل انسانی کے لائق نہ رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر بنا دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ مذہب سے منہ موڑ کر انسان ترقی اور تحقیق کر کے وہاں پہنچا جہاں انسانیت سے گرا ہوا انسان پہنچا ہے اور جب کائنات کے منظم اور پر حکمت نظام کو علیم و خبیر ذات کے ارادے سے نہ مانا تو اپنی ہستی سے بے خبر اندھے بہرے مادے کی غیر شعوری حرکت کا نتیجہ مان لیا۔

فاعتبروا یااولی الابصار

لیکن مغرب کی اندھی تقلید میں ہوش ہی نہ رہا کیا کھویا کیا پایا؟ آخر میں صرف اتنا کہوں گا کہ اسلام دین فطرت ہے، اس کا انکار اقرار سے زیادہ مشکل ہے لیکن فطرت سلیم ہو، مسخ شدہ فطرت سے انکار بعید نہیں یہ پاکیزہ تعلیم، پاکیزہ قلوب ہی قبول کر سکتے ہیں۔

نگاہ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے
شکار مردہ سزاوار شاہباز نہیں

جس کی فطرت ماحول سے متاثر نہ ہوئی وہ اس کی قدرت کے نمونے دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھتا ہے:

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گئے تیری پہچان یہی ہے

☆☆..................☆☆

بقیہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ

المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میری ان دو پرانی چادروں کو دھو کر میرا کفن بنانا۔ نئے یا پرانے کپڑے میں کفن دینے سے عزت و ذلت واسطہ نہیں بلکہ عزت و ذلت اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواباً عرض کیا کہ اے ابا جان! ہم آپ کو نیا کفن دیں گے' ہمارے لئے نیا کفن کوئی مشکل کام نہیں ہے؟ لیکن افضل البشر بعد الانبیاء نے فرمایا:

"بیٹی میں راہ آخرت کا مسافر ہوں' مجھے پرانی چادریں کافی ہیں' بیٹی نیا کپڑا مدینہ منورہ کی کسی بیوہ یا یتیم بچی کے سر پر دے دینا یہ زیادہ بہتر و افضل ہے۔"

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کفن والی وصیت تمام مسلمانوں کے لئے درس عبرت ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے صاحبزادے سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ اور افراد کے ساتھ مل کر غسل دیا۔ اور آپ کی نماز جنازہ خلیفہ ثانی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ اقدس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال سات ماہ ہے۔

(رضی اللہ عنہم ورضوعنہ)

خلیفہ اول امیر المؤمنین

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مرسلہ: محمد ارشد اعوان مرادپوری

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا

نام :

امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ تھے۔ آپ کا اسم گرامی حضرت عبداللہ بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی تھا اور کنیت ابوبکر لقب صدیق و عتیق ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب مرہ بن کعب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

مقام و مرتبہ :

تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاؑ (یعنی تمام انبیاؑ کرام علیہم السلام) کے بعد تمام انسانوں سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ کے سوال پر معراج کی تصدیق فرمائی اسی پر آپ رضی اللہ عنہ کو دربار رسالت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لقب عطا ہوا۔ اہل و عیال تجارت دیگر مال و دولت چھوڑ کر امام الانبیاؑ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ بقول عاشق رسول مولانا عبدالشکور دین پوری" کہ :

"ساری کائنات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر لیکن ہجرت والی رات نبوت صدیق اکبرؓ کے دروازے پر نبی کا احسان علیؓ پر، صدیق کا احسان نبی پر آسمان کا وزیر جبرائیل سدرہ پر رک گیا زمین کا وزیر جنگ امن و سفر حضر غار میں ساتھ آج مزار میں بھی ساتھ یہ بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر صحابی کے احسان کا بدلہ اتار چکا ہوں۔ ایک ابوبکر صدیق ہیں، جن کے احسان کا بدلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اتار سکا۔ اس کا قرض ابھی مجھ پر باقی ہے۔"

یہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کا مقام ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں مصلیٰ کا وارث و جانشین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بنایا اور سترہ نمازوں کی امامت کروائی۔ (ذلک فضل اللہ یؤتی من یشآ)

بچپن :

آپ کی والدہ محترمہ کا نام سلمیٰ بن صخر بن عامر بن کعب تھا اور ان کی کنیت "ام الخیر" تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے دو سال دو ماہ قبل ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پرورش و تربیت مکہ مکرمہ میں ہوئی اور اپنی برادری میں سب سے زیادہ دولت مند اور باوقار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی کو زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں شرف و عزت اور بزرگی حاصل رہی۔ جب اسلام میں داخل ہوئے تو سوائے محبت و اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی چیز سے سروکار نہ رہا ابو نعیم ام المؤمنین سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ :"میرے والد سیدنا ابوبکرؓ نے زمانہ جاہلیت میں بھی اپنے اوپر شراب حرام کر رکھی تھی۔"

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا قبول اسلام :

آپ رضی اللہ عنہ کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ سب سے پہلے بغیر کسی معجزہ و دلیل طلب کیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے ہی شخص ہیں جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ ایمان لانے کے بعد اپنا سب کچھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔ ہر قسم کے دکھ درد و تکلیف کو برداشت کیا لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا۔

مسلسل رفاقت :

تمام علماؑ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد سفر و حضر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ بجز اس کے کہ آپ کی اجازت سے حج کے لئے یا جہاد میں شرکت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں نہ رہ

سکے ورنہ ہر حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا علم :

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

"سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام اور اہلبیتؓ میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی اپنے مصلی کا وارث بنا دیا تھا۔"

امام نوویؒ لکھتے ہیں :

"حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جنہوں نے قرآن کریم مکمل حفظ کر لیا تھا' آپ رضی اللہ عنہ حافظ الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ القرآن بھی تھے' قرآن کریم کی بیسیوں آیات آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف کے باب میں موجود ہیں۔"

وفات' تدفین :

سیف و حاکم رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا اصل سبب اپنے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تھی۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا صدمہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا جسم کمزور پڑنے لگا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا ظاہری سبب یہ آپ کے کھانے کی چیز میں زہر ملا دیا گیا۔ جس کے زہریلے اثر سے بیمار ہوئے اور اسی میں وفات پائی۔ اپنی وفات سے قبل اپنی بیٹی ام

باقی صفحہ 18 پر

اسلام اور ہم

تحریر: خواجہ عطاء المومن، خانگڑھ

بعض مقتدر حضرات اسلام کے دامن کو تار تار کرنے کی بجائے اگر تھامے رکھیں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے آگے اپنا سر تسلیم خم رکھیں، اور اسلام کے احکامات کو بسر وچشم قبول کرنے کے بعد اس کا عملی نفاذ کریں تو انشاء اللہ "من تواضع للہ رفعہ اللہ" جس نے اللہ کے لئے تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرمائیں گے اور ہر گام پر ان کو ترقی عطا فرمائیں گے۔ "ان الدین عند اللہ الاسلام" بے شک اللہ کے ہاں پسندیدہ دین اسلام ہے۔ مگر گلہ یہ ہے کہ سابقہ حکومتوں کے بعض صاحب اقتدار لوگوں نے اسلام کے خلاف ایسے بیانات، دیئے جو قابل نفرت ہیں۔ مثال کے طور پر سابق وزیر سردار آصف احمد علی نے سود کو جائز قرار دیا۔ سابق گورنر پنجاب میاں محمد اظہر نے ہر عالم دین کو مسلمان قوم کا ایک گرا ہوا فرد شمار کیا اور کہا کہ: ایک لوٹا، ایک مصلی، ایک حجرہ کے سوا ان کے نصیب میں اور کیا ہے؟ علماً کے مقام کو سمجھنے کے لئے ایک شاعر نے اپنا کلام یوں پیش کیا ہے:

ناز کر اپنے مقدر پہ کہ تیری خاک کو
کرلیا ان عالماں دین قیم نے پسند

محترمہ بینظیر بھٹو نے کہا تھا کہ: اسلام کی بالادستی ملک پاکستان میں ہرگز نہیں چل سکتی۔ مرحوم بھٹو نے اسلام کے نظام کو فرسودہ نظام سے تعبیر دی تھی۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ کے فرزند ڈاکٹر محمد جاوید اقبال نے اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیا تھا۔ (الامان والحفیظ)

عمر لے جاؤ لحد میں اپنا اسلام بخیر
لکھیں یارب فلک مرا نام بخیر
اسلام سے جس نے بیوفائی کی ہے
پایا نہیں میں نے اس کا انجام بخیر

جس کے دل میں اسلام کی قدر اور تڑپ ہو، وہ اس قسم کے بیانات نہیں دیتا اور اسلام کے خلاف یوں ذلت آمیز زبان درازی نہیں کرسکتا اور یوں اسلام کی اخلاقی اقدار سے انحراف نہیں کرتا۔

اسلام کے نام پر یہ حاصل کردہ وطن عزیز آج تک اسلام کی حکمرانی سے محروم ہی رہا ہے۔ صرف ایک واقعہ نذر قارئین کرتا ہوں۔ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت کے دور کا ایک واقعہ ہے:

غالباً صعصہ بن ناجیہ نامی جو نیک خصلت انسان تھے۔ ان کے اونٹ گم ہو گئے ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ دور دراز جنگل میں جا پہنچا، کیا دیکھتا ہے کہ ایک جگہ آگ جل رہی ہے اور ان کے اونٹ بھی اسی جگہ موجود ہیں، ایک بوڑھا اور اس کے پاس چند عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک عورت کا بچہ پیدا ہونے والا تھا، بوڑھا کہہ رہا تھا کہ: اگر لڑکی پیدا ہوئی تو اس کا گلہ گھونٹ دوں گا نومولود لڑکی کو قتل کر دوں گا، اس کی آواز بھی نہ نکلنے پائے گی، کچھ ساعت کے بعد لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ قتل کے ڈر سے حضرت نے بڑی منت سماجت کی کہ میرے جو اونٹ یہاں موجود ہیں، ان میں سے دو اونٹ اور ایک اونٹنی اس کے بدلے لے لو اور اس لڑکی کو زندہ درگور یا قتل کرنے سے گریز کرو، اس بوڑھے کو مجبور کر کے آخر منوا لیا گیا۔

آپ واپس تشریف لے گئے، جب اسلام کا زمانہ آیا تو یہی شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور اس واقعہ کو سناتے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی۔

خدارا سوچئے!! اگر اسلام کا دور نہ آتا تو لڑکیاں اپنی ماؤں کی آغوش شفقت میں پل کر جوان نہ ہوتیں بلکہ یہ معصوم کلیاں بن کھلے ظالم باپوں کے ہاتھوں مسل دی جاتیں۔

قیامت کے دن اسلام آئے گا اور اللہ تعالیٰ سے فرمائے گا: "یا رب انت السلام وانا الاسلام" (اے رب تیرا نام سلام ہے اور میرا نام اسلام ہے) میں اسلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، ہاں تیری وجہ سے لوگ آج بخشش کے مستحق قرار پائیں گے اور تیرے نام سے جلنے والے شیطان کے ہمراہ جہنم میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام سے وابستگی عطا فرمائے۔ (آمین)

تحریر: ذیشان حیدر، کراچی

اشکِ ندامت!

آنسو انسان کی زندگی میں بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، یہ کئی طرح کے ہوتے ہیں: مثلاً خوشی کے آنسو، غمی کے آنسو، تکلیف کے آنسو وغیرہ ان تمام آنسوؤں میں سب سے بہترین اور قیمتی آنسو وہ ہیں جو انسان اپنی خطاؤں پر بہائے جو اللہ کے ناراض ہونے کے خوف سے نکلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو، دوسرا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کے راستے میں گرا ہو۔'' (الترغیب والترہیب ج ۳ کتاب الجہاد)

اور مولانا رومیؒ نے اپنے ایک شعر میں کہا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ندامت کے آنسو کو اور شہیدوں کے خون کو وزن میں برابر رکھتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ رب العزت کے خوف سے آنسو بہائے تو یہ آنسو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوبیت کا درجہ پا جاتے ہیں اور رب العالمین اپنے بندوں کے ان آنسوؤں کو پسند فرماتے ہیں، جیسے چھوٹا بچہ جب روتا ہے تو آپ کو اس پر خوب پیار آتا ہے، وہ اسے اپنی گود میں اٹھا لیتا ہے، اسے چومتا ہے اور اسے خوش کرنے کے لئے اسے کچھ انعام دے دیتا ہے، اسی طرح جب کوئی بندہ روتا ہے وہ اپنی خطاؤں پر اپنے غلط کردار و عمل پر آنسو بہاتا ہے تو رب کائنات کو بھی اس پر پیار آتا ہے اور وہ اسے اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیتے ہیں، رحمت خداوندی کی مسحور کن ہوائیں اسے گھیر لیتی ہیں، پھر رب کائنات بھی بندہ کو خوش کرنے کے لئے اسے سب سے قیمتی انعام دیتا ہے، اور وہ انعام یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

''جب کسی مومن کی آنکھوں سے بوجہ خشیت الٰہی آنسو نکلتے ہیں، تو ایسے بندہ پر اللہ دوزخ کی آگ حرام فرما دیتے ہیں۔'' (ابن ماجہ ص ۳۱۹ مشکوٰۃ ص ۴۵۸)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے اس کا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسے دودھ کا تھن میں واپس جانا۔''

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ نجات کا راستہ کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی زبان کی حفاظت کرو اور بدون ضرورت اپنے گھر سے نہ نکلو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔'' (مشکوٰۃ ص ۴۱۳)

معلوم ہوا کہ اپنی خطاؤں پر آنسو بہانا بھی نجات کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے، خطاؤں کی مثال آگ کی سی ہے۔ مثلاً خدانخواستہ کسی جگہ آگ لگ جائے تو اس آگ سے نجات کا ذریعہ پانی ہے، جس کے ذریعے سے آگ فوراً بجھ جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کبھی بندہ سے غلطی ہو جائے اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً اس پر آنسوؤں کا پانی بہا دو، وہ خطا فوراً نامہ اعمال سے ختم ہو جائے گی، اور بندہ اخروی نقصان سے بھی محفوظ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

یہ آنسو بڑے قیمتی ہوتے ہیں خصوصاً جب بندہ نیم شبی میں تنہائی میں اپنے رب کو منا رہا ہو، سربسجود ہو کر اپنے گناہوں پر پچھتا رہا ہو، اس لئے کہ نیم شبی کے آنسو ریاکاری کی ملاوٹ سے پاک ہوتے ہیں۔

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے میری چشم تر نہیں
(کشکول معرفت ص ۲۸۵)

☆ جس ہرن کی ناف میں مشک پیدا ہو جاتا ہے وہ بہ نسبت دوسرے ہرنوں کے بے حد قیمتی ہو جاتا ہے، اس کے قیمتی ہونے کی وجہ صرف اور صرف مشک ہے۔ ورنہ ہرن اتنا قیمتی نہیں، اسی طرح جن آنکھوں میں اللہ کی یاد کے آنسو ہوں جو آنکھیں اپنے رب کے خوف سے موتی برسائیں، وہ آنکھ بہ نسبت دوسری آنکھوں کے بے حد قیمتی ہوتی ہیں۔ حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ:

اے خوشا چشمے کہ آں گریان دوست

ترجمہ: وہ آنکھیں بہت مبارک ہیں جو اللہ کے خوف سے رو رہی ہیں۔

اور خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ ہوتے وہ میرے آنسو

بعض اولیاء اللہ کے نزدیک گناہوں پر ندامت کے آنسوؤں کا ایک ایک قطرہ تسبیح کے ایک ایک دانے سے افضل ہے۔

ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ:

''قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنا سایہ عطا فرمائیں گے، ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں۔'' (بخاری شریف ص ۹۱، ج۔۱)

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

برسائیں گے جب خون دل و خون جگر ہم
دیکھیں گے تبھی نخل محبت میں ثمر ہم

☆ ایک فقیر جب کسی کے در پہ بھیک مانگتا ہے تو کس قدر رونے والی صورت بناتا ہے، اپنے آپ کو مسکین و مظلوم ظاہر کرتا ہے تاکہ اسے بھیک زیادہ ملے، ہم بھی اللہ کے در کے بھکاری ہیں، ہمیں بھی اللہ سے خوب رو رو کر اس سے گڑگڑا کر رحمت و کرم کی بھیک مانگنی چاہئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی محبت یا اس کے خوف سے روا کرو نہ سکو تو رونے کی شکل بنا لو۔'' (ابن ماجہ ص ۳۱۹)

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنے سابقہ گناہوں پر اشک ندامت بہانے اور سچی توبہ کی توفیق ارزاں فرمائے۔ (آمین)

☆☆............☆☆

تحریر: حافظ منور احمد، کراچی

بدنظری ایک خطرناک بیماری!

بیماری دو طرح کی ہوتی ہیں:

(۱) جسمانی بیماری۔

(۲) روحانی بیماری۔

جسمانی بیماری شوگر، بلڈ پریشر، کینسر وغیرہ ہوتی ہے، خدانخواستہ اگر کوئی انسان ان میں مبتلا ہو جائے تو صرف دنیاوی اعتبار سے اس کا نقصان ہوتا ہے، اس کے برعکس روحانی بیماریوں میں سے غیبت، جھوٹ، چغلی، حسد و کبر وغیرہ ہیں، ان بیماریوں کا علاج بڑی مشکل سے ہوتا ہے، اور ان میں مبتلا شخص نہ صرف دنیاوی اعتبار سے نقصان میں رہے گا بلکہ اخروی اعتبار سے بھی ناکام رہے گا۔

انہی روحانی بیماریوں میں سے ایک انتہائی خطرناک بیماری "بدنظری" بدنگاہی ہے، جو انسان کے دل ودماغ کو تباہ وبرباد کر دیتی ہے، اس کے قلب پر بری طرح اثر انداز ہوتی ہے، جس سے اس پر غفلت کا عالم طاری ہو جاتا ہے اور اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔

بدنظری کی حرمت قرآن میں:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے مسلمان مردوں سے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔" (سورۂ نور)

اور عورتوں کو حکم دیا کہ:

ترجمہ: "اور کہہ دیجئے ایمان والیوں سے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔" (ایضاً)

گویا صرف مردوں کو ہی نظر کی حفاظت نہیں کرنی ہے بلکہ عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے، لہٰذا ایک موقع پر حضرت ام سلمہؓ اور زوجہ مطہرہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ ایک نابینا صحابیؓ تشریف لائے ان کو آتے دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم دونوں پردہ کرو"

انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں؟ کہ نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں، اور نہ پہچان سکتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم تو نابینا نہیں ہو اور کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو۔" (ترمذی)

اسی طرح سورۃ الاعراف میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ:

ترجمہ: "اور ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنے قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہاں والوں میں سے نہیں کیا۔"

بدنظری کی ممانعت بے شمار احادیث مبارکہ میں بھی نہایت وضاحت کے ساتھ آئی ہیں۔

حدیث قدسی ہے کہ:

"نظر شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کو چھوڑ دے گا میں اس کے بدلے میں اسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔"

(کنز العمال ص ۳۲۸ ج ۵)

ایک اور حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

"غیر محرم عورت کی طرف دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔"

بدنظری اس قدر عظیم گناہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بدنظری کرنے اور بدنظری کی دعوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

اگر غور کیا جائے تو بدنظری ہی تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اس وقت معاشرے میں خاندانی مفاسد کا اصل سبب بدنظری ہی ہے۔ اس لئے کہ دل پر جو تصویر نقش ہوتی ہے وہ آنکھوں کے ذریعے ہی سے ہوتی ہے۔ اکثر لوگ اس مرض میں مبتلا ہو کر مجنون بن جاتے ہیں:

جنوں کے عشق سے دنیا میں ہر عاشق ہوا پاگل
گناہوں سے سکوں پاتا تو کیوں پاگل کہا جاتا

بدنظری کا مرض نہ صرف انسان کی روحانی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے، بلکہ جسمانی اعتبار سے بھی ازحد نقصان دہ ہے۔

بدنظری کے طبی نقصانات:

"بدنگاہی کرنے والوں کے گردے اور مثانے کمزور ہو جاتے ہیں، گندے خیالات سے مثانہ کے غدود متورم ہو جاتے ہیں، جس سے بار بار پیشاب آنے لگتا ہے، اعصاب ڈھیلے ہو جاتے ہیں، کمر میں درد، پنڈلیوں میں درد، سر میں چکر، آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے لگنا، سبق یاد نہ ہونا یا سبق یاد ہو کر بھول جانا اور غصہ کا بڑھ جانا جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں، اس کے علاوہ آنکھیں بے رونق اور چہرے پر پھٹکار برستی ہے (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدنظری کرنے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے)۔"

(روح کی بیماریاں اور ان کا علاج)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت تو نظروں کی حفاظت تقریباً ناممکن ہے، گھروں میں مجلسوں میں، شادی بیاہ کی تقریبات میں، بس اسٹاپ پر، کالجوں میں (جہاں مخلوط نظام رائج ہے) بسوں میں ہر جگہ بے پردگی وعریانیت کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا:

یارسول اللہ! اچانک نظر پڑنے کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا: "اپنی نگاہ کو پھیر لو۔" (مسلم)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بدنگاہی سے بچائے۔

(آمین)

ایثار و یکجہتی

ساری کائنات کے مالک و خالق نے اپنی آخری کتاب میں ارشاد فرمایا "انما المومنون اخوة" کہ کائنات کے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دوسرے مقام پر مزید وضاحت کرتے ہوئے خلاق عالم نے ارشاد فرمایا کہ "تم سب کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا گیا اور اللہ کے ہاں وہی عزت والا ہے' جو پرہیز گار ہے۔" کائنات کے آخری نبی رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "نوع انسانی کو دعوت فکر دیتے ہوئے آج بھی کانوں میں گونج رہا ہے کہ: لوگو! تم سب کو آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا' کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں' اللہ کے ہاں فضیلت تقویٰ اور پرہیز گاری ہی میں ہے۔"

اس وقت پوری کائنات کو پھر آگ و خون میں تڑپا دیا گیا ہے' قتل و غارت ظلم و تشدد انسانی حقوق پر ڈاکہ روز مرہ کا معمول بن گیا ہے' کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میری عزت اور مال محفوظ ہے۔

آیئے آپ کو مدینہ لے چلوں میرے نبی آپ کے نبی بلکہ ساری کائنات کے نبی امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے نوع انسانی کو ایک اور نیک ہونے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا: "الخلق عیال اللہ" (مخلوق اللہ پاک کا کنبہ ہے) اور کنبہ تب ہی کامیابی اور فلاح پاسکتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور بھائی چارے کی فضا قائم ہو۔ حالی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

ہم ایک اور نیک ہو کر ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے زندگی بسر کریں گے تو پھر آسمان سے آواز گونجے گی۔

فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی

اس موضوع کی ترجمانی کرتے ہوئے برصغیر کے عظیم محدث' اسیر مالٹا حضرت مولانا محمود الحسن جو دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب علم تھے نے خطاب کرتے ہوئے جو دارالعلوم دیوبند میں مالٹا کی جیل سے رہا ہونے کے بعد کی تھی۔ انہوں نے اسی سالہ زندگی کا نچوڑ تجربہ کی صورت میں پیش کیا اور فرمایا: "ہم نے مالٹا کی زندگی میں جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی و دنیوی حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں؟ تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا' دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مدارس بستی بستی میں قائم کئے جائیں' بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدل کو برداشت نہ کیا جائے۔

ملتِ اسلامیہ کے عظیم نباض کی زندگی نے وفا نہ کی اور جلد ہی اس دنیا سے رحلت فرما گئے اور اپنے شاگردوں کو اس بات کے لئے تیار کر گئے کہ یک جہتی اور ایثار کا جذبہ اُمت میں پیدا کیا جائے اور یہ صدا لگا گئے۔

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضیٰ سوز صدیق دے

اس وقت پوری اُمت ہلاکت کے گڑھے کے قریب کھڑی ہے اور اُس سے بچنے کا ایک ہی حل اور ایک ہی راستہ ہے کہ وقت کی آواز کے دامن کو پکڑتے ہوئے ایثار اور قربانی کے جذبے کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن اور احادیث کے قواعد ضوابط کو اپنایا جائے اور۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مؤمن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

میں پوری نوع انسانی کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ اپنے مالک و خالق کے عطا کردہ حقوق حاصل کرو وہ قرآن اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے دستور حیات میں موجود ہیں کل افسوس کرو گے مگر اس وقت کا افسوس کرنا کام نہیں آئے گا۔

باقی صفحہ 15 پر

جہاد۔ ایک مقدس فریضہ

حافظ شفیع اللہ فقیر ہوں

جہاد اللہ تعالیٰ کے احکامات میں اہم اور مقدس فریضہ ہے' جس کے ذریعے سے مسلمانوں کا وقار برقرار رہ سکتا ہے۔ اسلام کے تمام شعبوں کی حفاظت جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے ممکن ہے۔ آج کل ملت کفر ہماری عبادت گاہوں مساجد کو ویران کر رہی ہے' خانقاہوں اور مدارس کو غیر آباد اور ختم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ہر جگہ مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں' باوجود اس کے کہ مسلمانوں کے پاس وسائل بھی موجود ہیں' افرادی قوت بھی مسلمانوں میں ہے' روزے بھی رکھتے ہیں' زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں' حج بیت اللہ شریف کا فریضہ بھی ادا کرتے ہیں' پھر بھی مسلمان مظلوم کیوں ہیں؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم دین اسلام کے تمام شعبوں پر عمل کرتے ہیں لیکن جہاد فی سبیل اللہ کو ہم نے چھوڑا ہے' آج مسلمان بزدل بن کر فحاشی' عریانی اور بے حیائی میں مبتلا ہو گئے۔

ایک وقت تھا کہ مسلمان اسلام پر' قرآن پر' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی پر فخر کرتے تھے' ایک وقت تھا کہ مسلمان نوجوان کے ہاتھ میں قرآن مجید' حکایات صحابہؓ ہوا کرتے تھے۔ مگر آج مسلمان نوجوان کے ہاتھ میں ناول' ڈائجسٹ' وی سی آر کی کیسٹیں نظر آ رہی ہیں۔ ایک وقت تھا کہ مسلمان عورتیں اپنے بچوں کو قرآن شریف' صحابہ کرامؓ کے قصے سنایا کرتی تھیں' مگر آج کے مسلمان مرد' عورتیں اپنے بچوں کو انگریزوں کی کہانیاں سنایا کرتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ مسلمان کافروں کے لباس سے ان کی شکل و صورت سے نفرت کرتے تھے' مگر آج کے مسلمان کافروں کا لباس شکل و صورت پسند کرتے ہیں۔ یہ سب کفار کی سازش ہے کہ مسلمان کو جہاد سے نفرت دلا کر بزدل بنا دیا جائے۔ مسلمانوں کو بے غیرت بے حیا کر کے ان کے دلوں سے اسلام کا نقش اور محبت مٹا دی جائے۔ مسلمانوں کو اسلحہ سے نفرت پیدا کر کے ان کو مغلوب بنا دیا جائے۔ تمام ملت کفر اس پر متفق ہو چکی ہے کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کا جذبہ موجود ہو گا' ہم اس وقت تک انہیں مغلوب نہیں کر سکتے۔ اس سازش کو کامیاب بنانے کے لئے انگریز بہادر نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کر کے جہاد فی سبیل اللہ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا' اس جال میں بعض دیندار تعلیم یافتہ لوگ بھی پھنس گئے۔

آج ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ جہاد کا نام لیتے ہیں کہ میں کام کرتا ہوں یہ بھی جہاد ہے' خاندانی منصوبہ بندی والے بھی کہتے ہیں کہ ہم جہاد کر رہے ہیں' آج کل جہاد کے معنی کو تبدیل کیا گیا ہے لیکن جو جہاد ہم مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے' وہ کافروں کے مقابلے میں میدان جنگ میں لڑنا ہے۔ صحابہ رسول حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: کسی شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے افضل جہاد کونسا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ تیرے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں اور تیرا خون بہہ جائے' یعنی شہید ہو جائے۔" اسی طرح ایک دوسری حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا مومن دیگر مسلمانوں سے افضل ہے۔" حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ رضائے الٰہی اور جنت جہاد ہی کے ذریعے ملتی ہے۔ جنت حاصل کرنے کا آسان اور مختصر راستہ جہاد فی سبیل اللہ ہے' جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جنت تلواروں کے سائے میں تلے ہے۔" دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جہاد جنت کا مختصر ترین راستہ ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اسم مبارک بھی نبی الملاحم ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ کے دیگر فرائض اور احکامات کو اپنانا اور دوسروں تک پہنچانا اس امت کا کام ہے۔ اسی طرح فریضہ جہاد کو اپنانا اور دوسروں تک پہنچانا بھی اس امت کا کام ہے کیونکہ جہاد بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جہاد قیامت تک جاری رہے گا" ایک دوسری جگہ حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "میری امت کی ایک جماعت ہر وقت قتال میں مصروف رہے گی۔" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قتال کا مبارک عمل قیامت تک جاری رہے گا اور دوسرے ادیان پر دین اسلام کا غلبہ جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر ناممکن ہے۔ جب تک مسلمان جہاد کے اس مبارک عمل کو نہیں اپنائیں گے اس وقت تک مسلمان ذلت و رسوائی کے شکار ہوں گے' جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ "جب تم جہاد چھوڑ دو گے تو ذلت و رسوائی تمہارا مقدر بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ذلت و رسوائی سے بچائے' اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمام مسلمانوں کو بھی جہاد کے اس مبارک عمل کو زندہ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قسط نمبر2

غازی علم الدین شہیدؒ

تحریر: عبدالرحمٰن مذنب

پتہ نہ چل رہا تھا کہ راجپال کون ہے؟ کہاں ہے دکان اس کی؟ کیا حلیہ ہے اس کا؟

انجام کار علم الدین کو شیدے کے ایک دوست سے معلوم ہوا کہ شاتم رسول ہسپتال روڈ پر دکان کرتا ہے، طالع مند کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ علم الدین کو کیا ہو گیا ہے؟ کام پر باقاعدہ نہیں جاتا؟ کھانے کا بھی ناغہ کر لیتا ہے، کیا عجب کہ علم الدین کے روز وشب کے معمولات میں جو بے قاعدگی آئی ہے اس کا سبب شیدا ہو جس کے باپ کی نسبت خبر ملی کہ وہ جواری ہے اور اپنی دکان جوئے میں ہار چکا ہے۔

طالع مند کی طبیعت غصیلی تھی، علم الدین جب دیر سے گھر آئے اور طالع مند کو پتہ چلا کہ شیدے لوفر کے ساتھ پھرتے رہے ہیں تو وہ غصے سے لال پیلے ہو گئے۔ باپ کے سامنے جوان بیٹا خاموش سر جھکائے کھڑا رہا، باپ کا ادب بھی تھا، ڈر بھی تھا، باپ نے انہیں پکڑ کر دھکیلا......اور کہا؟ چلا جا اس لوفر کے پاس۔

بڑے بھائی محمد دین کو اپنے چھوٹے بھائی سے بڑا پیار تھا، فوراً بیچ بچاؤ کے لئے آئے اور باپ کو منا لیا، بھائی اندر لے گئے اور ناصحانہ درس دیا، اونچ نیچ سمجھائی، بری صحبت سے بچنے کو کہا۔

علم الدین کو اپنی ذات پر یقین تھا اور جانتے تھے کہ وہ بری صحبت کا شکار نہیں، شیدے کے حوالے سے بری صحبت کا سن کر آبدیدہ بھی ہوئے اور برہم بھی۔

وہ پوری طرح بات واضح نہیں کر سکتے تھے، ان کے دل میں جو بھانبڑ مچا تھا اس کا وہ کیسے ذکر کرتے؟ موت اور زندگی کا سوال تھا، انہوں نے سر پر کفن باندھ لیا تھا لیکن کسی کو نظر نہ آ رہا تھا، اپنے ارادے کا خفیف سا اشارہ بھی کسی کو نہ دے سکتے تھے، مبادا کوئی مسئلہ کھڑا ہو جائے اور وہ شک کی بھول بھلیوں میں جا پہنچیں۔ البتہ اب اتنا ضرور ہو گیا کہ گھر میں راجپال کے قتل کی بات عام انداز میں ہونے لگی، اس گفتگو میں طالع مند اور علم الدین شریک ہوتے، یہ کوئی اچنبھے کی بات نہ تھی، گھر گھر اس کا چرچا تھا۔

لوگوں کے دلوں میں آگ بھڑک اٹھی تھی، ادھر باہر بھی آگ بھڑک رہی تھی، مسلمانوں کے لیڈر، رہنما سیاسی اور مذہبی خطیب پوری قوت سے کہہ رہے تھے کہ زبان دراز راجپال کو عبرتناک سزا دی جائے تاکہ ایسا فتنہ پھر کبھی سر نہ اٹھائے۔ عاشق رسول امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے بڑی رقت انگیز تقریر کی۔ دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ تھا جس کی رو سے کسی نوع کا جلسہ یا اجتماع نہیں ہو سکتا تھا، لیکن مسلمانوں کا ایک فقید المثال اجتماع بیرون دہلی دروازہ درگاہ شاہ محمد غوثؒ کے احاطہ میں منعقد ہوا۔ وہاں اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ناموس رسالت پر جو تقریر کی، وہ اتنی دلگداز تھی کہ سامعین پر رقت طاری ہو گئی، کچھ لوگ تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، شاہ جیؒ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''آج آپ لوگ جناب فخر رسل محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عزت وناموس کو برقرار رکھنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ آج جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرہ میں ہے، آج اس جلیل المرتبت کا ناموس معرض خطر میں ہے جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کا ناز ہے۔''

اس جلسہ میں مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور مولانا احمد سعید دہلویؒ بھی موجود تھے، شاہ جیؒ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

''آج مفتی کفایت اللہ اور احمد سعید کے دروازے پر ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کھڑی آواز دے رہی ہیں، ہم تمہاری مائیں ہیں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں، ارے دیکھو کہیں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ دروازہ پر تو کھڑی نہیں؟''

یہ الفاظ دل کی گہرائیوں سے اس جوش اور ولولہ کے ساتھ ابل پڑے کہ سامعین کی نظریں معاً دروازے کی طرف اٹھ گئیں اور ہر طرف سے آہ وبکا کی صدائیں بلند ہونے لگیں، پھر اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''تمہاری محبتوں کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کٹ مرتے ہو لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج گنبد خضریٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تڑپ رہے ہیں، آج خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہن پریشان ہیں۔ بتاؤ! تمہارے دلوں میں امہات المومنین کے لئے کوئی جگہ ہے؟ آج ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہیں، وہی عائشہ رضی اللہ عنہا جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''حمیرا'' کہہ کر پکارا کرتے تھے، جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کے وقت مسواک چبا کر دی تھی، یاد رکھو کہ

الرم نے خدیجہ اور عائشہ رضی اللہ عنہن کے لئے ۸ جائیں دے دیں تو یہ کچھ کم فخر کی بات نہیں۔"

شاہ جیؒ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:

"جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے ناموس رسالت پر حملہ کرنے والے چین سے نہیں رہ سکتے، پولیس جھوٹی، حکومت کوڑھی اور ڈپٹی کمشنر نااہل ہے، وہ ہندو اخبارات کی ہرزہ سرائی تو روک نہیں سکتا، لیکن علمأ کرام کی تقریریں روکنا چاہتا ہے، وقت آگیا ہے کہ دفعہ ۱۴۴ کے بخیئے ادھیڑ دیے جائیں، میں دفعہ ۱۴۴ کو اپنے جوتے کی نوک تلے مسل کر بتادوں گا

پڑا فلک کو دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغؔ نام نہیں

داغ کا یہ شعر شاہ جیؒ نے کچھ اس انداز سے پڑھا کہ لوگ بے قابو ہوگئے، اس تقریر نے سارے شہر میں آگ لگادی، لاہور میں بدنام زمانہ کتاب، اس کے مصنف اور ناشر کے خلاف جابجا جلسے ہونے لگے۔"

انہی دنوں انجمن خدام الدین نے شیرانوالہ دروازہ میں راجپال کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔

سارا ماحول شعلوں سے بھرپور ہوگیا، ملک کے طول و عرض سے احتجاجی جلسے ہوئے اور جلوس نکلنے لگے، آخر ایک مرد غازی اٹھا اور اس نے ایک صبح راجپال کی دکان پر جاکر چاقو سے حملہ کیا، تیس برس کا یہ مجاہد اندرون یکی دروازے کا شیر فروش "خدا بخش اکو جہاں" تھا۔ راجپال زخمی تو ہوا لیکن اس کی جان بچ گئی، مقدمہ چلا اور جلد ہی نمٹا دیا گیا، مجاہد خدا بخش کی طرف سے کوئی وکیل پیش نہ ہوا، ایک دو دن کی کارروائی کے بعد عدالت نے سات سال قید سخت کی سزا دی، جس میں تین ماہ قید تنہائی کے تھے، رہائی کے بعد پانچ ہزار روپے کی ضمانت کا بھی پابند کیا گیا۔ مسلمان اس عدالتی فیصلے کو کیونکر قبول کرتے سراسر بے انصافی ہورہی تھی اور مجرم کو پناہ دی جارہی تھی، عدالت سے ملزم کو قرار واقعی سزا ملنے کی امید نہ رہی تو وہ خود ہی برائی کا قلع قمع کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ بات ہند کی حدود سے باہر جاچکی تھی، چنانچہ افغانستان کے عبدالعزیز نامی غیور تاجر نے راجپال پر حملہ کیا، لیکن انہیں پہچاننے میں غلطی ہوئی، عبدالعزیز مہاشے کی دکان پر پہنچ گئے، جہاں دو آدمی بیٹھے اسلام کے خلاف اشتعال انگیز گفتگو کررہے تھے، غازیؒ نے اپنی دانست میں مہاشہ راجپال پر حملہ کیا لیکن وہ سوامی ستیانند تھا، اب پھر بسرعت فیصلہ کیا گیا، عبدالعزیز وکیل کے بغیر پیش ہوئے، عدالت اتنی جلدی میں تھی کہ وہ وکیل بنانے کے لئے وقت ہی نہ ملتا۔ ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو حملہ ہوا، ۱۱/ اکتوبر کو عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔ ۱۲/ اکتوبر کو عدالت نے سات سال قید سخت کی سزا دی۔ تین ماہ قید تنہائی، رہائی کے بعد پانچ پانچ ہزار روپے کی تین ضمانتیں دینا قرار دیا۔

شاید ہی کبھی عدالت میں قتل کے مقدمات اس عجلت سے پیش ہوئے اور وکیل کے بغیر نمٹا دیئے گئے ہوں۔ یہ صورتحال بیسویں صدی کی فرنگی عدالتوں کی تھیں، کلیسائی عدالتوں کے صدیوں بعد بھی فرنگی کے تیور نہ بدلے، امن قائم نہ ہوا، اب غازی علم الدینؒ حرکت میں آئے، ان کا رویہ والدین کے لئے تشویش ناک تھا، علم الدین کے کام میں بے قاعدگی اور طبیعت میں بیکلی آگئی تھی، اکھڑ پن آگیا تھا رویئے میں۔

طالع مند نے علم الدین کے بارے میں سوچا، اس اکھڑ پن کا ایک ہی علاج ہے کہ اس کا بیاہ کردیا جائے، ماں باپ کو اولاد کی پریشانی کے سلسلے میں یہی نسخہ یاد ہے۔ سب اسی کو آزماتے تھے طالع مند نے فیصلہ کرلیا کہ علم الدین کو جلد ہی سلسلہ ازدواج میں منسلک کردیا جائے گا۔

ادھر علم الدین کی حالت ہی اور تھی، ایک رات اس نے خواب دیکھا۔ ایک بزرگ ملے اور انہوں نے کہا: علم الدین ابھی تک سو رہے ہو، تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف دشمن کارروائیوں میں لگے ہیں، اٹھو جلدی کرو!

علم الدین ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے، ان کا تمام جسم پسینے میں شرابور تھا، پھر آنکھ نہ لگی، منہ اندھیرے اٹھے اوزار سنبھالے اور سیدھے شیدے کے گھر پہنچے۔

شیدے کو لیا اور بھاٹی دروازے کی طرف چلے گئے، ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، عجیب بات ہے کہ علم الدین نے خواب دیکھا تھا تو ویسا ہی خواب شیدے نے رات کو دیکھا تھا، دونوں ہی کو بزرگ نے راجپال کا صفایا کرنے کو کہا...... دونوں پریشان ہوئے، کون یہ کام کرے؟ کون نہ کرے؟ دیر تک بحث چلتی رہی، دونوں ہی یہ کام کرنا چاہتے تھے، لیکن ان میں کوئی فیصلہ نہ ہورہا تھا، دونوں ہی اپنے مؤقف پر ڈٹے تھے، آخر قرار پایا کہ قرعہ اندازی کی جائے، دونوں اس پر رضامند ہوگئے، دو مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی، دونوں مرتبہ علم الدین کے نام کی پرچی نکلی، شیدے نے اصرار کیا کہ تیسری بار پھر قرعہ اندازی کی جائے، پرچی نکالنے والا اجنبی لڑکا حیران تھا کہ یہ دونوں جوان کیا کررہے ہیں؟ آخر تیسری بار پر علم الدین رضامند ہوگئے، اب پھر انہی کا نام نکلا۔

اب شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہ رہی، علم الدین مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے، قرعہ اندازی انہی کے نام نکلا، وہی باہمی فیصلے سے شاتم رسول کا فیصلہ کرنے پر مامور ہوئے۔

پھر دونوں وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

گھر والوں کو خبر ہی نہ ہوئی کہ علم الدین نے کیا فیصلہ کیا ہے، ان کے اندر کب سے طوفان انہیں بے چین کررہا ہے اور اس کا منطقی انجام کیا ہوگا؟ ان کی زندگی میں جو بے ترتیبی آئی ہے، اس کا کیا سبب ہے؟

(باقی آئندہ)

نعت

رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم

غموں کی دھوپ میں سر پر ہیں سائباں کی طرح
وہ میرے حق میں یقیناً ہیں مہرباں کی طرح

رسائی کیا ہو مری ان کے آستانے تک
میں ذرہ خاک کا وہ مہر ضوفشاں کی طرح

گلوں کی طرح مہکتی ہے گفتگو ان کی
نمایاں لب پہ تبسم ہے کہکشاں کی طرح

جو میری سمت رہے چشم التفات اگر
تمام عمر رہوں فصلِ بے خزاں کی طرح

جمالؔ میرا بیاں بھی ہے ایک خاموشی
حضور ﷺ کی تو خموشی بھی ہے بیاں کی طرح

سمیع جمال

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا کر مرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

جب آپ حق پر ہیں تو ...

آپ نے ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟ کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟ اگر ہے تو آج ہی ملت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہر جمعہ کو پابندی سے شائع ہوتا ہے

کا مطالعہ کیجئے

ختم نبوۃ

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے جس میں سیرتِ رسولِ آخر ﷺ، سیرت الصحابہؓ، دینی و اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے

اَلحَمدُلِلّٰہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین ماریشس، جنوبی افریقہ، نائیجیریا، سعودی عرب، قطر، بنگلہ دیش آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھائیے

خریدار بنیئے ــــ بنائیے

اشتہارات دیجئے

مالی امداد فراہم کیجئے

اِنشاءاللہ اس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے